# عزاداری کی تاریخ

اور اس کا اثبات سنی نقطہ نظر سے

من تصانیف

سید سبط الحسن فاضل ہنسوی (مرحوم)

یکے از

مطبوعات "مسلم سلمان مشن پاکستان"

# عرضِ حال

یہ کتاب جس کا نام ہے :۔

"عزاداری کی تاریخ اور اُس کا اثبات سُنّی نقطۂ نظر سے"۔

فاضلِ جلیل، محقق، علامہ سید سبط الحسن ہنسوی کی ایک تحق
یادگار ہے جو پہلی بار ۱۹۴۱ء میں نظامی پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی تھی۔
۳۷ برس گزر جانے کے بعد یہ کتاب "مسلم سلمان مشن پاک
کی جانب سے شائع کی جا رہی ہے۔ جس کی ایک غرض اتحاد بین المسلم
ہے۔ کیونکہ شیعہ حضرات کو عزاداریٔ امامِ مظلومؑ سے جو شغف و انہما
وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سنی حضرات
امام حسینؑ نواسۂ رسولؐ کی عزاداری میں اِس قدر شغف و انہماک ر
ہیں جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ اِس کتاب کی خصوص
کہ کسی شیعہ عالم کا ایک لفظ بھی اِس کتاب میں نہیں ہے بلکہ تمام تح
اکابر علمائے اہل سُنّت کی ہیں۔
وہ متعصب لوگ جو اِس کے خلاف ہیں۔ نہیں کہا جا سکتا

(کس) مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ کیونکہ یہ دونوں عظیم فرقے یعنی سُنّی اور
شیعہ عزاداری امام مظلوم کے سلسلے میں بالکل متفق و متحد ہیں اہلسنت
حضرات کو کربلا والوں سے کتنی محبت ہے اس کا ثبوت اس کتاب میں
موجود ہے۔ تعزیہ داری، مجالس عزاء، مرثیہ اور نوحۂ غم میں سُنّی حضرات
شیعوں کے دوش بدوش ہیں۔

"مُسلم سلمان مشن" کے مؤسس و بانی فاضلِ جلیل جناب
مولانا شیخ محمد اسحٰق نجفی مدظلہٗ ہیں، اور مشن کا خاص مقصد
کتب حقہ کی تالیف و تصنیف و ترجمہ کے ساتھ ساتھ قدیم نادر و نایاب
کتب کی اشاعت بھی ہے کہ ترویج و اشاعتِ علوم کے لئے یہ امر نہایت
ضروری ہے۔ دینی علوم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے اس سلسلے
میں ہم ان کے خلوص تعاون کا خیر مقدم کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔
ہمیں اُمید ہے کہ اس دینی خدمت میں آپ کا تعاون رائیگاں
نہیں جائے گا۔

مرزا محمد صابر شکیب ایم اے، بی ایڈ
جنرل سکریٹری:۔ "مُسلم سلمان مشن پاکستان"
A 19/B. ۲۲۵ محمود آباد ۵ ۔ کراچی ۲۴

19-02-95

## فاضلِ جلیل، محقق، حضرت مولانا شیخ محمد اسحٰق نجفی مدظلہ

### موسس و چیئرمین "مسلم سلمان مشن پاکستان" کا بصیرت افروز پیغام

بقائے دین، بنائے لاالہ پر منحصر ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا راستہ ہے۔ اور پیغمبر خدا تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ نواسۂ رسول کی محبت، اجرِ رسالت کو سمجھ کر اس کے اظہار پر آمادگی ہے اور اظہارِ محبت کا بیّن ثبوت وہ آنسو ہیں جو غمِ سید الشہداء میں نذرانۂ عقیدت ہوں۔ کیا اس دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ان بیش بہا موتیوں کی قیمت سے ناواقف ہیں ——— ؟

عزائے مظلوم کربلا میں حصہ لینا اور پیغامِ حسینیت کو ہر انسان تک پہنچانے کی کوشش کرنا، عالمِ انسانیت کی عظیم خدمت ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ کتاب قارئینِ کرام کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

شیخ محمد اسحاق

چیئرمین:۔ "مسلم سلمان مشن پاکستان"

A 19/B.۲۳۵ محمود آباد ۵ کراچی ۴۴

حمدًا لمن خص ذوی الشہادۃ بالسعادۃ والصلوٰۃ والسلام علی
نبیّہ والہٖ خیر سادۃ،

کچھ دنوں سے مخالفین عزاداری یہ غلط پروپیگنڈا کرتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں
کہ امام مظلوم کی تعزیہ داری خلافِ مذہب ہے۔ اس غلط فہمی کے پھیلانے کی وجہ سے
"عزادارِ حسین" یہ محسوس کر رہے تھے کہ "عزاداری" کے متعلق علمائے اہلِ سنت کے
ہدایت و اقوال کو شائع کیا جاوے تاکہ بزرگانِ اسلام کے بارے میں خصوصیت سے
یہ معلوم ہو جائے کہ اس باب میں اُن کا کیا عمل رہا ہے۔ اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر
یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ دراصل "عزائے حسین" کے مسئلہ میں عموماً
اہلِ سنت (باستثنائے مُبغضینِ اہلِ بیت) کبھی اختلاف نہیں رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
جس وقت تک علمائے احناف و صوفیائے کرام کا زور رہا ہے "تعزیہ داری" کو برابر
ترقی ہوتی رہی ہے اور کبھی نے اس کی مخالفت میں اپنے قلم و زبان کو حرکت نہیں دی،

لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی کہ جب سے وہابیت کے لباس میں "بغض اہلِ بیت" کو چھپایا گیا ہے اور غیر مقلدوں نے سر اُٹھایا ہے۔ اُس وقت سے "امام حسینؑ اور تعزیہ داری" کی مخالفت کی جانے لگی ہے۔ درحقیقت یہ رسالہ " دوستانِ حسینؑ" کے لئے تالیف کیا گیا ہے۔ عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملّت سے انتساب کیوں نہ رکھتے ہوں

یہ رسالہ دو حصّوں میں ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔

**حصّہ اوّل :۔** تاریخ و ثبات عزا پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں عزاداری کی مجمل تاریخ ہے اور خصوصیت سے اِس پر بحث کی گئی ہے کہ ہندوستان میں کب سے تعزیہ داری کا رواج ہوا۔

**حصّہ دوم :۔** اثباتِ عزا کا ہے۔ اس میں علمائے اہلِ سنت کی کتابوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عزائے حسینؑ کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے مسئلہ عزاداری کے بارے میں برادرانِ اہلِ سنت کے عقیدے کی وضاحت ہوجاتی ہے اور یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ایک سُنّی کا محبِ اہلِ بیتؑ ہونے کی حیثیت سے "تعزیہ دار" ہونا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی توضیح بھی ہوجاتی ہے کہ اس زمانہ میں عموماً جو رسومِ عزا رائج ہیں وہ درحقیقت صرف شیعہ فرقہ ہی سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ رسوم فرقۂ اہلِ سنت سے زیادہ تر وابستہ ہیں۔

اُمید کہ تعزیہ دار مسلمان اس رسالہ کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں اشاعت فرمائیں گے۔

وما توفیقی الّا باللہ۔ سوگوارِ غم اہلبیتِ رسولِ زمن :۔ (سبط الحسن)

بسم سبحانہٗ

حصہ اوّل

آہ یہ زمانہ کا کیسا انقلاب تھا کہ نانا کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان "فرزندِ رسول کی شہادت وخاندانِ نبوت کی تباہی وبربادی پر جشن منا منا کر خوشی کی تکبیریں بلند کر رہے تھے۔

| | |
|---|---|
| ویکبرون بان قتلت وانما | قتلوا بک التکبیر والتہلیلا |
| وکانما بک یابن بنتِ محمدؐ | قتلوا جہارا عامدین رسولاؐ |

آخر وہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے قتلِ حسینؑ کے لئے منتیں مانی تھیں اور شہادت حسینؑ کے بعد اپنی نذروں کو پوری کر رہے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس فعل کو اپنے "قوم وقبیلہ" کے لئے باعثِ صد نازش وافتخار سمجھتے تھے۔

علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں اور علامہ محمد بن عقیل المصری

"النصائح الکافیہ" میں ابن الکلبی سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ہانی الاودی نے حجاج بن یوسف الثقفی سے اپنے مفاخرات کے ضمن میں کہا تھا کہ:۔

"فان لنا مناقب لیست لاحد من العرب ....... کانا فینا نسوۃ نذرن ان قتل الحسین بن علی ان تنحر کل واحدۃ قلائص فعلن" (النصائح الکافیہ ص ۲)

"اے حجاج! ہم میں وہ فضائل ہیں کہ تمام عرب میں ایسا صاحب شرف کوئی قبیلہ نہ ہوگا سُن ہماری ہی وہ عورتیں ہیں جنہوں نے یہ نذر کی تھی کہ اگر حسینؑ بن علیؑ قتل کردیئے جائیں تو ہر ایک عورت بہترین قسم کے اُونٹ قربانی کرے گی جب مُراد پُوری ہوئی اور حسینؑ قتل ہوگئے تو منّت پُوری کی گئی"۔

[1] شہید ظلم، آپ کو قتل کرکے لوگ نعرۂ تکبیر بلند کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کو قتل کرکے ان لوگوں نے تو اصل تکبیر و کلمۂ توحید ہی کو قتل کر ڈالا، اے فرزند رسول! آپکو تنہا قتل کیا بلکہ ان لوگوں نے تو کھلم کھلا اور جان بوجھ کر آپ کے نانا رسولؐ کو قتل کر دیا۔

اس طرف تو مسرت و شادمانی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ لیکن ستم رسیدوں کو یہ بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ فریاد کر سکیں، اہل بیتِ امامِ مظلوم اور شیعانِ علیؑ کو زباں بندی کا حکم تھا۔ تذکرۂ شہداء کی ممانعت تھی۔ اس کی اجازت نہ تھی کہ تین دن کے بھوکے پیاسوں کی یاد میں مجالسِ غم منعقد کر سکیں۔ لیکن یہ نفسیاتی مسئلہ ہے کہ جذباتِ غم روکے سے رُکتے نہیں، باوجود تشدد کے اہلِ بیتِ رسولؐ ان مصائب کا تذکرہ فرماتے اور گریہ وزاری کرتے رہے۔ خود مدینۂ رسولؐ میں جس وقت اس واقعۂ فاجعہ کی خبر آئی ہے تو بنی ہاشم نے جس بے چینی کے ساتھ صفِ ماتم بچھائی ہے اس کا اندازہ حاکمِ مدینہ عمرو بن سعد اموی کے ان حرکات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب اس نے نوحہ و ماتم کی آواز سنی تو ہنسنے لگا اور جوشِ مسرت میں کہہ اٹھا:۔

" وھذہ واعیۃ بواعیۃ عثمان " (تاریخ الطبری جزو دوم جملہ ثانیہ ص۳۸۴ طبع لیڈن)

لیکن حسینؑ کی یہ مظلومیت ہی کا اثر تھا کہ خود ظالم کے عشرتکدہ میں صفِ ماتم بچھائی گئی اور وہ خاموش دیکھتا رہا۔ یہ تاریخی واقعات ہیں کہ:۔

| | |
|---|---|
| ثم دخل نساء الحسین علی یزید فصاح نساء آل یزید وبنات معاویۃ وولولن۔ | جب مخدراتِ عصمت وطہارت دربارِ یزید میں پیش کئے گئے اور محل سرا میں اس کی اطلاع ہوئی تو خاندانِ یزید وبناتِ معاویہ اور دیگر عورتوں نے فریاد کی اور رونا پیٹنا شروع کیا۔ |

اسی کا اثر تھا کہ ظالم نے مجبور ہو کر اپنی زوجہ ہند بنت عبداللہ عامر بن کریز کو گریہ کی اجازت دے دی تھی جس کی وجہ سے :۔

| | |
|---|---|
| "فلم تبق من آل معاویۃ امرأۃ الا استقبلتہن تبکی وتنوح علی الحسین فاقاموا علیہ المناحۃ۔" | "خاندانِ معاویہ کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جس نے اہلِ حرم کی خدمت میں آکر گریہ وزاری نوحہ وفریاد کر کے صفِ ماتم نہ بچھائی ہو۔" |

صرف محل سرا کے اندر ہی نہیں بلکہ اموی خاندان کے مشہور افراد بھی دربار عام میں نوحۂ غم پڑھا کرتے تھے اور ظالم یزید کو برداشتہ خاطر ان اشعار کو سننا پڑتا تھا۔ چنانچہ مروان کا بھائی یحیٰی بن الحکم اموی نے حسینؑ کے مصائب کو سُن کر بھرے دربار میں یزید کے سامنے حزنیہ انداز میں ذیل کے دردناک مرثیہ کو پڑھنا شروع کر دیا تھا ؎

لہام بجنب الطف أدنی قرابۃ ۔۔۔ من ابن زیاد العبد ذی الحسب الوغل

سمیۃ أمسی نسلہا عدد الحصی ۔۔۔ وبنت رسول اللہ لیس لہا نسل

یہی یحیٰی بن الحکم شامیوں سے مخاطب ہو کر یہ بھی کہا کرتا تھا :۔

"حجبتم عن محمدٍ یوم القیامۃ۔" "تم سب کو قیامت کے دن رسول اللہ سے شرمندگی ہوگی"۔

اِس کو کہتے ہیں مظلومیت کی فتح، یہ وہ واقعات ہیں جن کو مؤرخین نے

اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ تفصیل کے لئے "تاریخ الرسل والملوک ابن جریر الطبری جز دوم جملہ ثانی صفحہ ۳۷۹ تا ۳۸۲ طبع لیڈن" اور تاریخ الکامل ابن اثیر جلد چہارم طبع مصر ملاحظہ کیجئے"۔

اصل یہ ہے کہ حسینؑ مظلوم نے صبر و استقلال، جہاد و استقرار علی الحق کا ایسا نمونہ عالم کے سامنے پیش کیا تھا کہ دشمن بھی اس سے متاثر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آل زبیر جو علیؑ اور اولادِ علیؑ کی عداوت میں مشہور تھے جنھوں نے ایک مدت تک صرف اس وجہ سے رسول اللہؐ پر درود بھیجنا ترک کر دیا تھا کہ اس میں آلِ محمدؐ کا بھی ذکر ہے (عبداللہ بن زبیر نے چالیس جمعوں تک نماز میں درود نہیں بھیجا صرف اس وجہ سے کہ اس میں اہلبیت بھی شامل ہیں۔ دیکھئے نصائح کافیہ محمد بن عقیل المصری صفحہ ۹۳) جو علیؑ اور اولاد علیؑ کا نام سن کر غصہ میں کانپنے لگتے تھے اور سخت سست کہتے تھے (یعنی عروہ بن زبیر، شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ ۳۶۰) لیکن واقعاتِ کربلا کے بعد ان دشمنانِ اہلبیتؑ کی یہ حالت ہوئی ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر "شہادت مظلوم" کو سنتے ہیں تو منبر پر جا کر "حسینؑ" کے فضائل و مصائب کو بیان کرتے ہیں (طبری جز دوم جملہ ثانیہ صفحہ ۳۹۶ طبع لیڈن) اور ان کے دوسرے بھائی مصعب بن زبیر جب عبدالملک بن مروان سے جنگ کرنے کا ارادہ کرلیتے ہیں تو واقعاتِ کربلا و شہادت امام حسینؑ سننے کی خواہش کرتے ہیں۔

قال عروة بن المغيرة بن شعبة فخرج يسير متكئاً على معرفة دابته ثم تصفح الناس يميناً وشمالا فوقعت عينه على فقال يا عروة الى فدنوت منه فقال اخبرني عن الحسين بن على كيف صنع بابائه النزول على حكم ابن زياد وعزمه على الحرب فقال ؎

انّ الاُلى بالطف من آل هاشم تأسوا فسنّوا للكرام التأسيا

قال فعلمت انه لا يريم حتى يقتل" (الطبری جزدوم جلد ثانیہ صفحہ ۴۰۰ طبع لیڈن)

"در ایں اثنا نظر بن مصعب بر عروہ بن مغیرہ افتاد گفت مرا خبر دہ کہ امام حسین بعد ازاں کہ قوم اور اگفتند کہ بحکم پسر زیاد راضی شود بایں رضا نہ داد چگونہ جنگ کرد تا کشتہ شد عروہ بہ تفصیل حکایت شہادت امیر المومنین حسین را گفتہ دانست کہ مصعب دل بمرگ نہادہ (تاریخ روضۃ الصفا جلد سوم صفحہ ۸۰ طبع بمبئی)

ان واقعات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ واقعاتِ کربلا میں کس قدر اثر تھا کہ دشمن تک ذکر کرنے کے لئے مجبور ہوتے تھے۔ اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب دشمنوں کی یہ حالت تھی تو دوستوں کی کیا کیفیت رہی ہو گی۔ اس واقعۂ ہائلہ کے بعد شیعانِ علیؑ سخت مضطر و بے چین تھے کربلا کے مظالم یاد کر کے روتے تھے اور جذبۂ انتقام سے مجبور ہو کر اموی حکومت کے خلاف انقلاب پیدا کرنے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ گروہِ گریہ کن "توابین" کی خوں آشام تلواریں اسی مقصد کے لئے نیام سے

باہر نکل آئی تھیں اور نوحہ خواں سدیف بن میمون، شاعرِ انقلاب کی حیثیت سے "سفاح کے دربار میں اسی چیز کی جانب دعوت دے رہا تھا۔[1]

لا یغرنک ما تری من رجال ۔۔۔ ان تحت الضلوع داءً دویّا
فضعِ السیف وارفعِ السوط حتی ۔۔۔ لا تری فوق ظھرھا امویّا

(الفخری)

خود آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام نے بھی واقعاتِ کربلا کی نشر و اشاعت کی جانب خاص توجہ فرمائی ہے۔ عزائے حسینؑ میں خود بھی مصروف رہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے رہے۔ مجالس کے قیام کے متعلق مذہبی احکامات و ہدایات صادر فرمائے۔ اور گریہ و ذکرِ حسینؑ کے فضائل میں احادیث ارشاد کئے گئے۔ اگرچہ مروانی اور عباسی حکومتیں اس کی مخالفت کرتی رہیں اور اس امر کی کوشاں رہیں کہ عزادارانِ حسینؑ" یعنی سادات و دوستدارانِ علیؑ" کا خاتمہ دنیا سے کردیں اور فضائل و مناقب اہلِ بیت سے دُنیا ناواقف ہوجائے۔

وکان اھل البیت وشیعتھم فی ایام تینک الدولتین بل وفی امرۃ ابن زبیر فی غایۃ من الاضطھاد والتشرید والقتل والاذی طبق ما اخبر بہ المصطفیٰؐ فانھم خرجوا من ظلم بنی

اموی اور عباسی دور میں اور زمانۂ حکومت ابن زبیر میں بھی اہلِ بیت رسولؐ اور اُن کے دوستوں پر ظلم و جبر کی انتہا نہ تھی۔ رسول کی پیشنگوئی کے مطابق ان کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں، شہر بدر کئے جاتے اور قتل و غارت کئے جاتے

[1] امیر! ان لوگوں سے دھوکے میں نہ آ۔ یہ بنی امیہ ہیں۔ ان کے پہلو میں کینہ و عداوت ہے اس لئے تلوار برہنہ کر اور کوڑے کو اٹھا۔ دیکھ پشت زمین پر کوئی اموی نظر نہ آئے۔

امية الى ظلم بنى العباس ولئن كان
بنو العباس اعداءً لبنى امية فانهم
كذلك اعداء للعلويين كارهين
ذكر ما فيه منقبة وفضل النبى على
عليه السلام حتى ان احد ملوكهم
هدم قبر الحسين عليه السلام
وزرع الارض فوقه وحكم
لبعضهم على العلويين ان لا
يركبوا خيلا ولا يتخذوا خادما وان
من كان بينه وبين احد من
العلويين خصومة من سائر الناس
قبل قول خصمه فيه ولم يطالب
ببينة كما ذكر ذلك المقريزى
فى الخطط وغيره ومات كثير من
اكابرهم فى سجون بنى العباس۔
(النصائح الكافيه لابن عقيل المصرى
صفحہ ۱۸۵)

تھے۔ وہ بنی امیہ کے ظلم سے نکل کر بنی عباس
کے مظالم میں مبتلا ہوئے بنی عباس اگرچہ بنی
امیہ کے دشمن تھے لیکن یہ لوگ اولادِ علیؑ و فاطمہؑ
کے سخت ترین دشمن تھے۔ اہلِ بیت کے فضائل و
منقبت کی یہ سخت مخالفت کرتے تھے۔ ان
کی عداوت کی یہ انتہا تھی کہ ان کے ایک خلیفہ
(متوکل) نے قبرِ مقدس امام حسینؑ کو منہدم کرا دیا
تھا اور اس پر کھیتی کرائی (یہ ظلم دو مرتبہ ہوا ہے
ایک مرتبہ بنی امیہ کے زمانے میں اور دوسری
مرتبہ متوکل کے عہد میں (حدائق الوردیہ) اور
ان کے زمانہ میں سادات کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ
وہ سواری پر نہ سوار ہوں اور کوئی خادم نہ
رکھیں اور اگر کسی معمولی آدمی کو کسی "سید" سے
کوئی رنج و عداوت ہو اور وہ دشمنی میں ان پر
کوئی الزام لگائے تو وہ الزام بغیر ثبوت کے مان
لیا جاتے۔ ان واقعات کا مفصل ذکر علامہ مقریزی
نے اپنی کتاب خطط والآثار میں کیا ہے۔ اس کے

علاوہ سادات مقید کئے جاتے تھے حتی کہ اکثر سادات قید ہی میں مر گئے (علامہ المقریزی نے علاوہ "خطط" کے ایک دوسری کتاب میں بھی تفصیل کے ساتھ ان مظالم کو لکھا ہے جس کا نام "کتاب النزاع والتخاصم" ہے جو مصر کے مکتبہ اہرام سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔)

لیکن ان مظالم کے باوجود امام حسین علیہ السلام کی تعزیت کو بند نہ کیا جا سکا۔ بلکہ اس میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ شعراء واقعات کربلا پر مرثیے نظم کرتے تھے چنانچہ ابو عمارہ اور جعفر بن عفان نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مرثیے پڑھے، اسی طرح دعبل خزاعی اور ابراہیم بن عباس نے امام علی رضا علیہ السلام کے حضور مرثیے پڑھے۔ صرف انہیں لوگوں نے نہیں بلکہ ان کے علاوہ اور دوسرے شیعی شعراء بھی باوجود اس کے کہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا امام حسینؑ کے غم میں مراثی کہا کرتے تھے:-

| ولم یجسر احد من شعراء الشیعہ یرثیہ خفیۃ من بنی امیہ الا الکمیت وابوذھیل واھب الجمحی وکثیر بن کثیر السھمی (حدائق الوردیہ فی ذکر ائمۃ الزیدیہ) | بنی امیہ کے خوف سے کسی شیعہ شاعر کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ واقعۂ کربلا پر علانیہ مرثیے کہے سوائے کمیت، اور ابوذھیل وہب الجمحی وکثیر بن کثیر السھمی کے [۱] |
| --- | --- |

[۱] واقعہ کربلا کے بعد اموی عہد اور عباسی میں کوئی ایسا شیعی شاعر نہیں ہے جس نے امام مظلوم کا مرثیہ نہ کہا ہو (مش)

اس طرح دوستدارانِ علیؑ برابر اظہارِ غم کرتے رہے۔ لیکن عشرۂ محرم جو شیعوں کے لئے مخصوص یومِ غم کی حیثیت رکھتا تھا اس کی اہمیت غم کو کم کرنے کے لئے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج بن یوسف نے عشرۂ محرم کو یومِ سرور و عید قرار دیدیا۔ اس دن تمام ممالک محروسہ و حدودِ شام میں خوشی کی جانے لگی (الخطط والآثار للمقریزی جلد اول صفحہ ۳۹۰ طبع مصر)

مگر جب بنی عباس کی حکومت کمزور ہو گئی اور آل بویہ (دیالمہ) کو جو محبِ خاندانِ رسالتؐ تھے سطوت و غلبہ حاصل ہوا تو "معزالدولہ دیلمی" نے ۳۵۲ھ میں دارالخلافت بغداد میں علانیہ "عزائے حسینؑ" برپا کرنے کا حکم دیا۔

"وفیہا یوم عاشوراء الزم معز الدولۃ اہل بغداد النوح والمأتم علی الحسین وامر بغلق الابواب وغلقت فیہا السوق ومنع الطباخین من عمل الاطعمۃ وخرجت النساء الرافضۃ ناشرات الشعور"۔

(تاریخ مرآۃ الجنان علامہ یافعی وقائع ۳۵۲ھ) و

"۳۵۲ھ میں عشرۂ محرم کو معزالدولہ نے اہلِ بغداد کو امام حسینؑ پر نوحہ و ماتم کرنے کا حکم دیا اور شہر کی رونق و آرائش کو کم کرنے اور اظہارِ غم کے لئے بازار اور دروازے بند کرا دیئے گئے (یعنی مکمل ہڑتال کرائی گئی) اور باورچیوں کو اس دن کھانا پکانے سے منع کر دیا۔ اور شیعہ عورتیں بال کھولے ہوئے نکلیں"۔

(تاریخ ابوالفداء جلد دوم صفحہ ۱۰۴ طبع حسینیہ مصر)

تقریباً گیارہ سال کے بعد ۳۶۳ھ میں "المعز الدین اللہ الفاطمی" نے بھی یہی حکم مصر میں جاری کیا اور وہاں بھی امام مظلوم کی عزاداری علانیہ ہونے لگی۔[۱]
(تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے الخطط للمقریزی جلد دوم صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۱ طبع مطبع النیل مصر)

ان مقامات میں عزائے مظلوم کی مخالفت بھی کی گئی، بغداد میں حسینی یادگار کے مقابلہ میں مخالفین نے ۳۹۰ھ سے مصعب بن زبیر کے قتل کی یادگار منانا شروع کر دیا۔ اور ۱۸ محرم کو مصعب کے واقعۂ قتل پر اظہارِ غم کرنے لگے جو کچھ عرصہ کے بعد خود ہی بند ہو گیا۔ مصر میں خلفائے فاطمیین کی سطوت سے یہ تو ضرور ہوا کہ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کر سکے۔ لیکن جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب نے بنی فاطمہ کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا تھا تو سب سے پہلے اس نے عزائے امام مظلوم کو مٹانے کی کوشش کی اور عید عاشور کی بدعت کو پھر سے جاری کر دیا۔

(الخطط للمقریزی)

مملکت ایران میں ابتدائے اسلام ہی سے تشیّع کا غلبہ رہا۔ یہ ایرانی ہی تھے جنھوں نے "اموی حکومت" کی بنیادوں کو جڑ سے کھود کر تباہ و برباد کیا۔ یہی وہ تھے جنھوں نے سرکشان عرب کے ظاہری جبروت کے سامنے جھکنا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اپنی بے پناہ تلواروں سے جبابرۂ بنی امیہ کو زیر کر کے دولت ہاشمی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) اگر یہ تمام مراثی ایک مقام پر جمع کئے جائیں تو ابو تمام کی کتاب "الحماسہ" سے بھی ضخامت میں زیادہ ہو جائیں۔ اس موضوع پر ایک مضمون لکھا ہے جس میں تمام شیعی شعرائے عرب کا تذکرہ کیا ہے (مؤلف) [۱] تاریخ کامل

کے قیام کے باعث ہوئے۔ اس لئے ایرانیوں میں عزائے امامؑ کی کافی اہمیت رہی۔ جب داعی صغیر زید الحسنی نے طبرستان میں اپنی مستقل حکومت قائم کی تو اس زمانہ سے مذہب امامیہ کو بہت عروج ہوا اور عزائے امام میں بھی کافی رونق ہوئی۔ انھیں بزرگ کے صاحبزادے داعی صغیر محمد بن زید الحسنی تھے۔ جنھوں نے سب سے پہلے مشہد امام مظلوم اور روضۂ جناب امیر علیہ السلام کو تعمیر کرایا۔

لما قام الداعی الی اللہ محمد بن زید الحسنی علیہ السلام امر بعمارۃ المشھدین مشھد امیر المومنین ومشھد الحسین علیھم السلام وقیل انہ انفق علی عمارتھما الی عشرین الف درھم وبلغ عضد الدولہ الغایۃ تعظیمھا وعمارتھما والانفاق علیھما وکان یزور کل سنۃ۔ (حدائق الوردیہ قلمی)

الداعی الی اللہ محمد بن زید الحسنی نے مرقد امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ پر قبہ و عمارت بنوایا۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں کی تعمیر میں بیس ہزار درہم خرچ ہوئے عضد الدولہ دیلمی نے بھی ہر دو مشاہد کی تعمیر و توسیع میں بہت کافی خرچ کیا ہے اور وہ ہر سال زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔

جس زمانہ سے حکومت و ملت ایران دونوں کا مذہب "شیعہ" ہو گیا اس وقت سے عزائے امام کو کافی عروج ہوا۔ آج بھی شاہ ایران اپنے اعلان

تینتعٌ کے زمانۂ حاضرہ کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے رسوم عزاداری کو کچھ اصلاح کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے قوانین نافذ کر رہے ہیں ؎

مانا کہ زمانہ کار ہے گا نہ یہ عالم | ترتیب تمدن کی یہ ہو جائیگی برہم
پھر اور کسی رنگ میں ہوگا ترا ماتم | دُنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا

شبیرؑ بہرحال ترا نام رہے گا

(نجم آفندی)

سرزمین شام میں عشرۂ محرم کو کافی اظہار حزن واندوہ کیا جاتا تھا چنانچہ مولانائے روم مثنوی کی جلد ششم میں فرماتے ہیں ؎

روز عاشورا ہمہ اہل حلب | باب انطاکیہ اندر تا بہ شب
گرد آید مرد و زن جمعے عظیم | ماتم آں خانداں دارد مقیم
تا بہ شب نوحہ کنند اندر بکا | شیعہ عاشورا برائے کربلا
بشمرند آں ظلمہا با متہاں | کز یزید و شمر دید آں خانداں
از غریو نعرہا در سرگزشت | پر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
یک غریبے شاعرے ازرہ رسید | روز عاشورا و آں افغاں شنید
شہر را بگزاشت واں سورے کرد | قصد جستجوئے ہائے و ہوئے کرد
پرس پرساں می شد اندر افتقاد | چیست ایں غم برکہ ایں ماتم فتاد
ایں رئیسے رفت باشد کہ بمرد | ایں چنیں مجمع نباشد کار خورد

نام او القاب او شرحم وہید | کہ غریبم من شما اہل وہید
چیست نام او پیشہ و اوصاف او | تا بگویم مرثیہ الطاف او
مرثیہ سازم کہ مرد شاعرم | تا ازین جا برگ لالنکی کنم
آن یکے گفتش کہ تو دیوانۂ | تو نہ شیعہ عدوئے خانۂ
روز عاشورا نمی داند کہ ہست | یا نمی خوانی ز قرآنے کہ ہست
پیش مومن کے بود این قصہ خوار | قدر عشق گوش عشق گوشوار

پیش مومن ماتم آن پاک روح
مشتہر باشد ز صد طوفان نوح

(مثنوی مولانائے روم جلد سادس صفحہ ۵۰،۱۰۵ طبع بمبئی ۱۳۰۸ھ)

یہ واقعہ آج سے سات سو برس پہلے کا ہے کہ شہر حلب سے باہر عزائے حسین کے لئے شیعوں کا اتنا زبردست اجتماع ہوتا رہا جس میں اس شان سے گریہ وزاری، نوحہ و ماتم کا شور بلند کیا جاتا تھا کہ ایک نو وارد شاعر متحیر ہو گیا لیکن آج بھی مملکت شام میں عزائے حسین اسی شان سے ہوتی ہے۔ جس کا تذکرہ غیر ممالک کے سیاحوں کو کرنا پڑا ہے۔ خصوصیت سے دمشق، جبل، عامل صیدا میں عزائے حسین بہت ہی اہتمام سے کی جاتی ہے (مجلہ العرفان)

خود ہمارے ہندوستان میں بھی امام مظلوم کی عزاداری مدتہائے دراز سے کی جاتی ہے لیکن ایران، عرب، مصر و شام کی عزاداری سے یہاں کے رسم

عزا میں بہت کافی فرق وامتیاز ہے۔ ان ممالک میں عزائے حسینؑ صرف "شیعانِ علیؑ" سے مخصوص ہے۔ لیکن ہندوستان میں کسی مذہب و فرقہ کی قید نہیں ہے۔ شیعوں کے دوش بدوش اہلِ سنت بھی عزائے امام میں کافی حصہ لیتے ہیں اور غیر مسلم برادرانِ ہنود بھی تعزیہ داری کرتے ہیں۔ اگرچہ اہلِ سنت میں ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو خوش عقیدہ اہل سنت کو عزائے امامِ مظلوم سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے خود ساختہ فتووں کے ذریعہ اس کو کفر و بدعت قرار دیتا رہتا ہے۔ گو کہ اہلِ سنت کے علمائے رُوحانیین کے نزدیک یہ فتادے کوئی اہمیت نہیں رکھتے ہیں۔ ایسے مفتیوں کے متعلق مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب المخاطب بہ مقبول النبی ارشاد فرماتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| " روزے ارشاد گردید کہ علمائے ظواہر را عجب دین و اسلام است کہ ہر کس را می خواہند کافر می نمایند و ہر کس را می خواہند مومن۔ چنانچہ اگر کسے ایں لفظ بجانب عالم بگوید کہ جوتی او تی قائل ایں قول را کافر نوشتہ اند چرا کہ عالم وارث النبی است در حق او ایں کلمہ اہانت زد سر زدہ : | " ایک دن مولانا نے ارشاد فرمایا کہ علمائے ظاہر کا عجب دین و اسلام ہے کہ جس کو چاہتے ہیں کافر بنا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں مومن کہہ دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی عالم کی شان میں کوئی اہانت آمیز لفظ کہے تو قائل کو اس دلیل سے کافر بنا دیتے ہیں کہ اس نے عالم کی جو پیغمبر کا وارث ہے |

شمر ملعون کہ نواسۂ رسول صلی اللہ
علیہ وسلم را ناحق ذبح کردہ اطلاق
کفر بر وے کردن نمی توانند دریں ضمن کہ
می فرمودند کہ ہرگاہے کہ شمر ملعون برسینۂ
مبارک حضرت امام علیہ السلام برائے
ذبح کردن سوار بود شخصے ازاں
مردود گفت کہ تو رتبہ ایں را نمی شناسی
کہ ایں حرکت بخود گوارا ساختی آں
مردود از عمامۂ خود کاغذ استفتاء بمہر
دو صد علمائے آں وقت پیش انداخت
مولانا صاحب می فرمودند کہ اکثر
کتب قدیم ازاں علمائے ہستند۔
حق تعالیٰ از فضل وعنایت خود
مارا از ملاحظہ آں محفوظ داشتہ
است"۔

(انوار الرحمٰن لتنویر الجنان صفحہ ۱۱۷
طبع مطبع منشی کالی پرشاد لکھنؤ ۱۲۸۷ھ)

اہانت کی ہے لیکن اس کے خلاف شمر ملعون کو
جگر گوشۂ رسولؐ و راحتِ قلب بتولؑ امام
حسینؑ کا قاتل ہے کافر نہیں کہتے بلکہ مومن
سمجھتے ہیں اسی سلسلۂ گفتگو میں مولانا
نے ارشاد فرمایا کہ جب شمر بدبخت سینۂ مبارک
امام حسینؑ پر ذبح کرنے کے لئے سوار ہوا تو
ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تو فرزندِ رسولؐ
کے رتبہ سے ناواقف ہے جو یہ ارادہ
کر رہا ہے۔ یہ سن کر اس مردود نے اپنے عمامے
کو سر سے اتارا اور اسمیں سے ایک فتوے کا
کاغذ نکال کر دکھایا جس میں دو سو علمائے وقت
نے امام مظلوم کے قتل پر فتوے دیا تھا۔ ان
سب علماء کی اس پر مہریں ثبت تھیں۔
مولانا نے فرمایا کہ اکثر قدیمی کتابیں انھیں علماء
کی تصانیف سے ہیں خداوند عالم نے اپنے فضل و
مہربانی سے ان کتابوں کے مطالعہ سے ہم کو
محفوظ رکھا ہے"۔

مسلمانوں کی طرح برادران ہنود بھی نہایت خلوص اور جوش و خروش کے ساتھ امام مظلوم کی عزاداری کرتے ہیں۔ صرف پست اقوام کے ہندو ہی عزادار نہیں ہیں بلکہ اونچی ذات کے ہندو اور بڑے بڑے راجہ مہاراجہ عزاداری کرتے ہیں۔ گوالیار۔ اندور۔ بھرتپور۔ بڑودہ۔ دھولپور۔ دتیا اور بنارس کے مہاراجگان اور دوسرے ہندو حکمران عزادار ہیں۔ سکھ قوم باوجود اس کے اسلامی آداب و رسوم کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ لوگ بھی تعزیہ داری میں کافی انہماک رکھنے میں شہرت رکھتے ہیں۔ مہاراجہ شیر سنگھ کا بڑا تعزیہ آج تک لاہور میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس کا گشت ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ لاہور مصنفہ خان بہادر محمد لطیف) مرہٹے بھی کسی ہندو قوم سے تعزیہ داری کرنے میں پیچھے نہیں ہیں۔ وہ تعزیہ کے بہت خلوص کے ساتھ معتقد رہے ہیں۔ ان کی خوش اعتقادی کا حال ایک انگریزی کتاب میں پڑھا جا سکتا ہے جس کا نام ہے:-

Letters from uaharattas Camp, by Sir Thoms Dure Brangkton. Letters no VII

(مرہٹوں کے خیموں سے خطوط، مصنفہ سر ٹامس ڈوار براوٹن چٹھی نمبر ۷)

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں تعزیہ داری کیونکر شروع ہوئی اور اس کی اہمیت کے کیا اسباب ہوئے۔ جس کی وجہ سے ملک کے گوشہ گوشہ میں حسینؑ کا نام لیا جانے لگا۔ ممکن ہے اس بر اعظم میں اب بھی بہت سے

ایسے مقامات ہوں جہاں ناناکو نہ جانتے ہوں لیکن نواسے کے نام سے وہاں کے رہنے والوں کے کان ضرور آشنا ہوں گے۔ آخر "حسینؑ" کا نام اس سرعت کے ساتھ ہندوستان میں کیونکر پہونچا؟ آئیے اس کو معلوم کرنے کے لئے تاریخ کے صفحات سے مدد لیں۔

ہندوستان سے شیعت کا تعارف عہد خلافت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب ہی سے ہو چکا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلا شیعی مُسلمان جس نے سندھ کو فتح کیا وہ امیرالمومنین کے لشکر کا ایک جوانمرد سپاہی "حارث[1] بن مرۃ العبدیؓ" ہے جس نے بقول مؤرخ بلاذری[2] اوائل ۳۹ھ میں سندھ کو بحکم امیرالمومنینؑ اسلامی فتوحات میں شامل کیا (فتوح البلدان بلاذری ذکر فتوح السند ص۴۳۸ طبع مصر)

باوجودیکہ جناب امیر علیہ السلام ابتدائے عہد خلافت سے خانہ جنگیوں میں پھنسے

---

[1] سرزمین سندھ میں ایک مقام قیقان ہے۔ جہاں یہ جلیل القدر فاتح مع اپنے چند ساتھیوں کے سپرد خاک ہوا۔

[2] امام فن تاریخ احمد بن یحیٰی بن جابر البغدادی الشہیر بالبلاذری تقریبًا امام حسن عسکری علیہ السلام کا معاصر ہے۔ یہ شخص مؤرخین میں بلند پایہ رکھتا ہے۔ اس کی کتاب فتوح البلدان کتب اسناد میں شمار کی جاتی ہے اس کتاب کے علاوہ عہد امیرالمومنین میں فتح سندھ کا ثبوت کئی معتبر اور مستند تاریخوں سے ملتا ہے۔ جن کے اسمار درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ تاریخ الرسل والملوک ابو جعفر محمد بن یزید الطبری یعنی تاریخ کبیر طبری۔

۲۔ تاریخ الکامل ابن اثیر جزری۔ ۳۔ تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان مسیحی۔

رہے تاہم اشاعتِ اسلام اور کافروں پر فوج کشی کرنے میں تامل نہیں فرمایا ۔

اس زمانہ میں اطراف و ثغور ہند میں بھی شیعیت کا رواج ہو رہا تھا ۔
" آل شنشب " جو موالیان علی اور دوستداران اہلبیت سے تھے وہ ہندوستان کے قریبی و سرحدی مقامات پر قابض و متصرف تھے ۔ اس خاندان کا پہلا شخص " شنشب " تھا ۔ جس نے اپنے قدیمی ہندی مذہب (غالباً بدھ مت) کو ترک کر کے دستِ حق پرست امیر المومنین پر اسلام کو قبول کیا تھا اور حضرت نے اس شخص کو اپنی جانب سے ان اطراف کا حاکم بنایا تھا ۔ چنانچہ مؤرخ ابو عمر منہاج الدین الجوزجانی " شنشب " کے تذکرہ میں لکھتا ہے ۔

" او در عہد امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بر دست علی کرم اللہ وجہہ ایمان آورد و ازوئے عہدے و لوائے بستہ و ہر کہ از خاندان او بہ تخت نشستی آں عہد را کہ امیر المومنین علی نوشتہ بود بدو وا ندے و او قبول کردے آں گاہ بادشاہ شدے و ایشاں از جملۂ موالی علی بودند کرم اللہ وجہہ و محبت آئمہ و اہلبیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم در اعتقاد ایشاں راسخ بودے ۔ رحہم اللہ "

(طبقات ناصری الطبقۃ السابعۃ عشر السلاطین الشنشبانیہ و ملوک الغور صفحہ ۳۹ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۶۴ء)

خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں جس وقت تمام ممالک اسلامی میں اہلِ بیت

رسولؐ کی شان میں بے ادبی کی جاتی تھی۔ اس وقت یہی آرین نسل کے سلاطین غور تھے۔ جنھوں نے اس فعل شنیع کا ارتکاب نہیں کیا تھا جیسا کہ تاریخ فرشتہ لکھتا ہے :۔

"در عہدِ بنی امیہ در تمام ممالک اسلام حرف بیجا بر خاندان رسالتؐ پناہ کردہ اند۔ الا در مملکت غور ہیچ وجہ مرتکب آن نہ شدند۔ باین معنی آں مملکت را بر جمیع ممالک فخر است۔"

(تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ اول ص۲۷ طبع نولکشور)

ظاہر ہے کہ سلاطین آل شنسب کا تعلق ہندوستان سے علاوہ ہمسایہ ہونے کے قدیمی ہم مذہب بھی رہا ہوگا۔ اس لئے ان کے اثرات ہندوستان پر کافی پڑے ہوں گے۔ سیاسی تعلقات کے علاوہ خاندانِ رسالتؐ کو ہندوستان سے ایک سببی رشتہ بھی ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ)

۴۔ چچ نامہ۔ جو نادر الوجود ہے مگر بہت مشہور ہے جس کا ایک نسخہ مدراس میں ہے اور دوسرا سنا ہے کہ فرانس میں ہے۔ اس کے چند اجزاء کا ترجمہ انگریزی میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے مجلۂ علمیہ کی متفرق جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ فارسی میں بھی ہو چکا ہے۔ یہ کتاب راجہ داہر والی سندھ کے وقت کی ہے۔ اور غالباً پہلی صدی ہجری کی تالیف ہے۔ اس میں مفصل حالات جناب امیر المومنینؑ کے حملۂ ہندوستان کے متعلق مرقوم ہیں ۔۔ ۱۲

کے ازدواج میں ایک سندی مخدرہ بھی تھیں جن کے بطن سے حضرت زید شہید" متولد ہوئے۔ (زید الشہید لعبد الرزاق صف طبع نجف) ممکن ہے کہ یہی سبب ہو جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ الاشتر بن محمد بن عبداللہ بن امام حسن علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار جناب محمد النفس الزکیہ کی شہادت (۱۴۵ھ) کے عیسیٰ بن عبداللہ بن مسعدہ کے ہمراہ سندھ تشریف لائے تھے۔ چند کچھ دنوں کے بعد یہاں سے قندھار تشریف لے گئے۔ قریب قریب اسی زمانہ میں یعنی عہد منصور دوانیقی میں جناب قاسم بن ابراہیم بن اسمٰعیل الدیباج بن ابراہیم الغمر بن الحسن بن امام حسن علیہ السلام بھی اپنی جان بچا کر سندھ میں ملتان کے قریب مقام "خان" تک تشریف لائے اس کے بعد معلوم نہ ہو سکا کہ یہاں سے کہاں تشریف لے گئے۔ آیا یہیں قیام فرمایا یا واپس ہوئے۔ (النزاع والتخاصم علامہ مقریزی ص۲۰ طبع مصر)

اس سلسلہ میں ایک خاص چیز اور بھی اپنی جانب خصوصیت سے ہم کو متوجہ کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے حلقۂ درس میں جہاں سے فلسفۂ آلِ محمدؐ اور علوم قرآن کی نشر و اشاعت کی جا رہی تھی وہاں ہم کو جہاں اور ملک اور قوم کے تشنہ کامانِ علوم اور طالبان حق دکھلائی دیتے ہیں ان میں چند ہندوستانی بھی موجود ملتے ہیں۔ فرج سندی۔ خلاد سندی بزاز، ابان بن محمد سندی، طلحہ بن زید ابوالخزرج ہندی، یہ وہ لوگ

ہیں جن کا شمار رواتِ واصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں ہے (الفہرس الطوسی) اسی طرح صباح بن نصر ہندی بھی قابلِ ذکر ہیں جو احکام ومسائل امام رضا علیہ السلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جو ہندوستان میں شیعیت کا سبب ہو سکتے ہیں۔ اس تعلق کے علاوہ "المقدسی" کے بیان کی بناء پر ہندوستان میں مذہبِ شیعہ کا کافی رسوخ تقریباً تیسری صدی ہجری کے اختتام اور چوتھی صدی ہجری کے آغاز ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ (احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم للمقدسی ص۴۸۱ مرتبہ اینڈ ڈی گیوجی ۱۹۰۹ء)

غالباً اس زمانہ میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کا قیام بھی ہندوستان میں ہوا ہوگا۔ یہ ضرور ہے کہ اس امر پر تاریخ تفصیلی روشنی ڈالنے سے قاصر ہے کہ عزائے امام کا عنوان کیا تھا ہاں چھٹی صدی ہجری کے ابتداء میں اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ عشرۂ محرم میں ......... تذکرہ کیا جاتا تھا۔

چنانچہ مؤرخ منہاج اپنی تاریخ طبقاتِ ناصری صفحہ ۱۷۵ میں در ذیل تذکرۂ سلطان شمس الدین التمش لکھتا ہے کہ "وتمام عشرۂ محرم تذکیر گفتہ آمد" اسی طرح مؤرخ مذکور ملوک شمسیہ کے ذیل میں جہاں ہندو خاں مبارک الخازن السلطان کے حالات بیان کرتا ہے وہاں اس کا اقرار کرتا ہے کہ "در عشرۂ محرم ہر روز تذکیر می گفت" (صفحہ ۲۴۹)

اسی چھٹی صدی ہجری میں شیعوں کا ایک تبلیغی مشن بھی پایا جاتا ہے جو

ہندوستان میں شیعیت کی اشاعت کر رہا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ طبرستان محمد بن الحسن بن اسفندیار مؤلفہ ۶۱۳ھ مترجمہ ای جی براؤن ص ۲۸ ای جے ڈبلو گب ایڈیشن ۱۹۰۵ء) اسی زمانہ میں ایک شخص فاضل "ملا علی" نامی (جن کا مزار کھمبائت میں ہے) شیعہ مذہب کی تبلیغ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شیعی خصوصیات کی بناء پر یہ لوگ امام مظلوم کی ہستی کو ہندوستان کے سامنے ضرور پیش کرتے رہے ہوں گے۔ اسی عہد میں شیعوں کی ایک جمعیت (عاضد لدین اللہ آخری خلیفہ فاطمی کے بعد) سلطان صلاح الدین یوسف کے تشدد و مظالم سے مجبور ہو کر مصر و افریقہ سے بھاگ کر یمن ہوتے ہوئے ہندوستان پہونچی ہے اور جس نے دکن میں قیام کیا ہے۔ ساتویں صدی ہجری کے اوائل تک ہم کو ایسے معمر و قابلِ احترام بزرگ "بابا رتن ہندی" (المتوفی ۶۱۲ھ) کے وجود کا بھی پتہ ملتا ہے۔ جن کی صحابیت کی توثیق اکثر اکابر اہلِ سنت نے کی ہے (مثل مجدالدین فیروز آبادی، وصلاح الدین الصفدری وغیرہما کے) اور جو محبتِ اہل بیتؑ اور فضائل گریۂ امام مظلومؑ کے متعلق رسول صلعم سے حدیث روایت فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

غرض کہ اس زمانہ میں ہندوستان مذہب شیعہ کا ایک مشہور مرکز تھا۔ جہاں اس فرقہ کے داعی اپنا تبلیغی پروگرام انجام دیتے تھے۔ اسی زمانہ میں سندھ اور پنجاب میں ایک شیعی نوآبادی قائم ہو جاتی ہے جن کی

وجہ سے وہاں کے مسلمان باشندے مصر کے خلفائے فاطمیین کو احترام وتقدس کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کو خراج ادا کرتے تھے۔ ان کے تعلقات براہِ راست فاطمیین مصر سے عرصہ دراز تک قائم رہے۔ یہ لوگ بغیر خلفائے فاطمیین کی منظوری واجازت کوئی کام نہیں کرتے تھے (ملاحظہ ہو احسن التقاسیم المقدسی ص۴۸۵ لیڈن اڈیشن ۱۹۰۶ء) ایسی صورت میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا کہ اس زمانہ کے سندھ اور پنجاب کے مسلمان عزاداری امام نہ کرتے رہے ہوں۔ جبکہ خلفائے فاطمیین کو قیام عزائے امام مظلوم میں خاص شغف وانہماک تھا جیسا کہ علامہ مقریزی نے "الخطط" میں لکھا ہے۔

اس عہد میں شیعہ اپنے مذہبی عقائد ورسوم کی اشاعت میں کافی جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ اپنے اعمالِ مذہبی کو علانیہ بجالاتے تھے۔ اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ شیعیت کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر ساتویں صدی ہجری میں فیروز شاہ تغلق نے شیعی مذہب کے خلاف سخت گیری سے کام لیا۔ شیعوں کو قتل کرنے ان کے اعمال ورسوم اور مذہبی لٹریچر کو فنا کرنے کی جابرانہ کوششیں کی گئیں ان واقعات کو تفصیلاً "فتوحاتِ فیروز شاہی" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس قدیم عہد میں جس میں کہ شیعہ ہندوستان میں کافی رسوخ حاصل کر چکے تھے۔ "تعزیہ" کا (جس کی ہندوستان میں مراسم عزاداری کے سلسلہ میں بہت بڑی اہمیت ہے) کوئی نشان نہیں ملتا ہے۔ حالانکہ شیعہ اس زمانہ میں سرگرمی کے ساتھ اور دوسرے مراسم بجالاتے تھے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب "ہدایۃ السعدار" سے ملتا ہے۔ جو اپنے زمانہ میں عزائے امام کی نشر و اشاعت میں کافی حصہ لے رہے تھے۔ یہ بزرگ آٹھویں صدی عیسوی کے ایک زبردست عالم اہل سنت تھے۔ ہدایۃ السعدار میں محرم کے مراسم عزا کا کافی ذکر ہے۔ جو اس زمانہ میں رائج تھے۔ مصنف نے چند ایسے مشہور سنی مصنفین کی تصانیف سے حوالہ بھی دیا ہے۔ جو ہندوستان میں ان سے پہلے گزر چکے تھے۔ مگر اس کتاب میں بھی "تعزیہ" کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دراصل اس کتاب کا یہ مبحث بھی نہ تھا جس میں ان چیزوں کا ذکر ہوتا۔ اس لئے کہ یہ ایک اخلاقی کتاب ہے۔ اس میں تعزیہ کے بارے میں ذکر نہ ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ یہ بدنصیبی ہے۔ کہ ہمارے سامنے ایسی کتابیں بہت کم ہیں (جن کو نہ ہونے کے برابر سمجھنا چاہیے) جس میں مذہبی زندگی اور رسوم کے متعلق کچھ تذکرہ کیا گیا ہو۔ عموماً اس کی امید نو وارد سیاحوں سے کی جاسکتی ہے جو غیر ممالک سے آکر اُن رسوم کو غور سے

دیکھتے ہیں جن کا وجود اُن کے وطن میں نہیں ہوتا ہے اور اس کا تذکرہ اپنے سفرنامہ میں خصوصیت سے کرتے ہیں۔ ہاں اسی بناء پر ہم کو ابن بطوطہ سے بہت کچھ اُمید ہے۔ لیکن یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے۔ کہ ابنِ بطوطہ کا شائع شدہ سفرنامہ ہمارے اِس مقصد کے لئے مفید نہیں ثابت ہو رہا ہے۔ اِس لئے کہ ابن بطوطہ خود نوشتہ مکمل سفرنامہ ہم تک نہیں پہونچ سکا۔ موجودہ سفرنامہ جو ہمارے سامنے ہے اس کے خود نوشتہ سفرنامہ کا خلاصہ ہے۔ جس کو کہ سیاح کے شاگرد "ابن جزی الکلبی" نے اس طریقہ سے مدون کیا ہے کہ صرف وہی باتیں باقی رکھیں جو اُس زمانے کے لحاظ سے خاص دلچسپی کا سبب تھیں[1]۔ ابنِ بطوطہ سے مایوس ہونے کے بعد یُوروپ کے سیاحوں پر نظر پڑتی ہے لیکن انھوں نے بھی کوئی کارنامہ ایسا نہیں چھوڑا جو ہماری کچھ رہبری کر سکے۔ "مارکوپولو" کے سفرنامہ ( Marco Polos Travels. ) کے نہایت مختصر اور بے سُود حالات پائے جاتے ہیں جن کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیاح خود ہندوستان اور وہاں کے باشندوں کے رسُوم کے بارے میں بہت کم معلومات

---

[1] ابنِ بطوطہ کے سفرنامہ کے دو اِختصار کئے گئے ہیں۔ ایک تو انھیں ابن جزی الکلبی نے کیا ہے۔ جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور دوسرا ابن فتح اللہ البیلونی کا ہے۔ جو سفرنامہ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷)

رکھتا ہے۔ زیادہ افسوس اُن یورپ کے سیاحوں پر ہے جو مغل شہنشاہوں کے زمانہ میں ہندوستان آئے ہیں اور وہ بھی رسومِ ہند کے بارے میں کچھ نہ لکھ سکے۔ برمیئر، ٹروِنیئر، منوکوئی وغیرہ
Bermier, Travernier, manucoi تعزیہ کے بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ ہم کو صرف Travernier سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ :۔

"اگرچہ اورنگ زیب کے دربار میں اہلِ ایران کا مجمع رہتا تھا لیکن ان میں سے کسی کو یہ اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے مظلوم امام حسینؑ کی شہادت کی یادگار میں کوئی مجلس کرسکیں"۔

(سفرنامہ ٹروِنیئر۔ جلد دوم ص ۱۷۷)

(Travernier travels Vol II P. 177)

لیکن اس بیان کی پرزور تردید اُن تحریروں سے ہوتی ہے جن کو کہ اُس زمانہ کے مسلمان مصنفین اور ہندو مؤرخین نے لکھا ہے، اس سیاح کے بیان کو بے وقعت کرنے کے لئے "نواب شاہ نواز خاں" کا صرف وہ بیان ہی کافی

---

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) شائع اور طبع ہے وہ "ابن حزی الکلبی" کا خلاصہ۔ ابن فتح اللہ البیلونی کا اختصار طبع نہیں ہوا ہے اور نہ شائع ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ موجود "کیمبرج لائبریری کیمبرج میں بسلسلۂ مخطوطات محفوظ ہے"۔ ممکن ہے کہ اُس کا مطالعہ ہمارے لئے مفید ہوسکے۔ لیکن افسوس اس تک کہاں رسائی۔ ۱۲

ہے۔ جس کو کہ انھوں نے اپنی کتاب "مرأتِ آفتاب نما" میں تحریر کیا ہے کہ اورنگ زیب نے تعزیوں کے سامنے تلواروں سے لڑنے کی رسم کو بند کر دیا تھا کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سے لوگ قتل ہو جاتے تھے۔ نواب ممدوح کے الفاظ یہ ہیں :-

"وا و باشان در قدر جمع شدہ خرمن مال و جان خلقے بہ آتشبازی می دادند۔ و در عاشورہ نیز تابوتے ساختہ بہ شمشیر بازی مردم را آزار می رسانیدند...... ایں ہمہ ابواب راموقوف ساختہ"

(مرأتِ آفتاب نما)

میرے خیال میں اس ممانعت کے بعد عوام میں "پٹا بازی" کی رسم جاری ہو گئی جو آج تک جاری ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا بیان خاص اورنگ زیب کے بارے میں ہے جس کو کہ ایک ہندو مؤرخ پروفیسر سیل چند نے اپنی تاریخ عالمگیری میں لکھا ہے کہ روز عاشورا اورنگ زیب نے ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ سر پہ تعزیہ رکھے قلعہ کی طرف جا رہی ہے۔ دیکھنے کے ساتھ ہی بادشاہ پر جذب و استغراق کی کیفیت جو کشف و مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے طاری ہو گئی۔ جس سے وہ سر و پا برہنہ اس ضعیفہ کے پیچھے دوڑا اور تعزیہ کو اس سے لے کر اپنے

سر پر رکھ کر قلعہ میں داخل ہوا اور اسی وقت سے عزاداری کرنے لگا۔" [1]

عہد عالمگیر کا مشہور مؤرخ خانی خاں نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ برہان پور میں "تعزیہ داروں کا یہ دستور تھا کہ مجلس کے بعد تعزیہ (تربت۔ یا تابوت) اٹھایا کرتے تھے۔ جس پر وہاں کے متعصب سنّیوں نے اعتراض کیا۔ یہاں تک کہ خاص اورنگ زیب کی عدالت تک یہ واقعہ پہونچا لیکن منصف اور متشرع بادشاہ نے فیصلہ "تعزیہ داروں" کے موافق کیا۔ اور تعزیہ اُٹھانے کی اجازت دے دی۔

شاہنشاہ ہمایوں جب ایرانیوں کی مدد سے دُوسری مرتبہ ہندوستان پر قابض ہوا ہے تو ۹۵۹ھ میں بیرم خاں کو کربلائے معلےٰ بھیج کر اُس نے ایک ضریح بنوائی جو قیمتی جواہرات سے تیار کی گئی تھی اور جس کو شاہی محل میں لاکر رکھا گیا تھا۔

ہمایوں کے عہد میں "عزاداروں" کو تعزیت امام میں اس قدر توغل تھا کہ روز عاشورا اتفاقاً معرکۂ جنگ میں مصروف پیکار رہتے تھے تو اس وقت بھی مرثیہ

---

[1] اورنگ زیب کے زمانہ کا اسباب و لوازم عزاداری ابھی تک قلعۂ آگرہ میں محفوظ تھا جس کی حفاظت گورنمنٹ کرتی تھی بلکہ ایک عرصہ تک غدر کے بعد بھی قلعۂ آگرہ میں منجانب گورنمنٹ مجالس عزا ہوتی رہیں۔ جو اب کسی وجہ سے بند ہے۔ لیکن قلعہ سے آج تک ایک تعزیہ عشرۂ محترم کے روز نکالا جاتا ہے۔ جس کا شہر میں گشت ہوتا ہے۔

پڑھتے اور امام کی مظلومی پر گریہ کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ ملّا عبدالقادر بدایونی "منتخب التواریخ" میں بذیل ذکر شعراء و فضلائے عہد ہمایوں بادشاہ حیدر تونیانی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

" وایں مطلع اوراکہ در تعزیہ حضرت امام شہید مقبول و مقتول فلذۂ کبد رسول مقبول علیہ السلام نقش لبتہ درایام عاشورا در معارک میخوانند ؎

ماہِ محرم آمد وشد گریہ فرضِ عین　　گرئیم خوں بیاد لب تشنۂ حسینؑ

جہانگیر کے زمانہ میں نورجہاں نے جو عقیدتاً شیعہ تھی قیام تعزیہ داری کے لئے یہ اہتمام کیا تھا کہ چند مواضعات بحیثیت معافی کے "سید معین الدین الموسوی اجمیری" کی درگاہ کے متعلق کر دیئے تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ اُس کی آمدنی سے "درگاہ معینیہ" میں عشرۂ محرم میں عزاداری کی جاوے اور تعزیئے رکھے جائیں اُس کے لئے ایک فرمانِ شاہی صادر کیا گیا تھا جس میں عزائے امام و تعزیہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فرمان آج تک اجمیر میں موجود ہے۔ اور اس کے بموجب برابر درگاہ میں تعزیہ رکھا جاتا ہے۔ (یہ فرمان خان بہادر رضا حسین صاحب ایم اے، ہیڈ ماسٹر معینیہ ہائی اسکول و پریسیڈنٹ تاراگڈھ ٹرسٹ اجمیر نے دیکھا ہے) سلاطینِ مغلیہ کے زمانہ میں علانیہ تعزیہ داری ہونے کا مزید ثبوت ایک اور کتاب سے ملتا ہے جس کا نام "ازالۃ الاوہام" ہے اور جس کے مصنف

مولانا عبدالواحد نبیرۂ مولانا عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی" ہیں۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں :۔

"علمائے صالحین ایں عصر مراسم مذکور
را از شعائر اسلام تصور فرمودہ قطعاً
فتویٰ برائے ترویج وقیام آں دادہ
اند و در خزانۃ المتقین مصرح است
مفتی را باید کہ بنظر حال وعصر وزمان
فتویٰ دہد پس دریں عصر وزمان علمائے
صالحین فتویٰ برائے ترویج وقیام تعزیہ
امام مظلوم کہ دادہ اند نہایت بجا و
مناسب ست وترویج آں موجب
ثواب واجر عظیم وفتوائے علماء صحیح و
صواب است وہمچنیں علماء ودیقیناً
مستناب خواہد شد علاوہ بریں مراسم
تعزیہ داری امام علیہ السلام از صدہا
سال جاری ومروج است و در
زمان سلاطین اہل اسلام وتشریع

"اس زمانہ کے علماء صالحین نے
تعزیہ داری کو شعائر اسلام سمجھتے ہوئے
اس کی ترویج وقیام کے بارے میں
فتویٰ دیا ہے۔ کتاب خزانۃ المتقین
میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ
مفتی کو چاہیئے کہ زمانہ کا لحاظ کرتے
ہوئے فتویٰ دے۔ اس بنا پر علمائے
صالحین نے تعزیہ رکھنے اور عزاداری
کرنے کے بارے میں جو فتویٰ دیا
ہے وہ بالکل صحیح و درست ہے۔ اسی
طرح آئندہ بھی اسی قسم کے فتووں کی
امید ہے کہ (جواز تعزیہ داری میں)
دیئے جائیں گے قطع نظر اس امر کے
یہ بات بھی ہے کہ مراسم تعزیہ داری
صدہا سال سے جاری مروج ہیں۔

مانند جلال الدین اکبر و جہانگیر و عالمگیر
اورنگ زیب وغیرہ کہ در تمامی ملک خود
نافذ الامر کلی بودند لوازم تعزیہ داری
بوجہ احسن بتقدیم رسد۔ و نواب سعد اللہ
خاں وزیر اعظم شاہجہاں عالم متبحر و قاضی
القضاۃ مستعد خاں خود کہ حنفی المذہب
بودند و دیگر علمائے آں زماں اگر مراسم
مذکورہ را خلاف شرع دیدہ مے بنداشتند
و بحضور سلاطین معروض ساختہ در تمامی
ملک موقوف می کنانیدند کہ در سرکار بادشاہی
اختیار کلی میداشتند و بادشاہاں ہم تشرع
بودند بذات خود در تمامی ملک تحت حکومت
خود موقوف می کردند در آں عہد عموماً
و خصوصاً مروج بود و تا حال جاری است
و انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری خواہد
ماند و کسے از عوام و خواص از آں زماں
تا حال انحراف از آں نکردہ درین صورت

تشرع شاہان اسلام کے زمانہ میں
بھی مثل جلال الدین اکبر، جہانگیر و
شاہجہاں اور عالمگیر اورنگ زیب کے
زمانہ حکومت میں تعزیہ داری ہوتی تھی
یہ وہ سلاطین تھے جو تمام مملکت ہند
میں قابو یافتہ تھے اور ان کے حکم احکام
جاری تھے۔ اس زمانہ میں تعزیہ داری
کے رسوم اچھی طریقہ سے ادا کئے جاتے تھے
نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہاں
ایک زبردست عالم متبحر تھا ایسے ہی قاضی
القضاۃ مستعد خاں علامۂ دوراں تھے
اور یہ لوگ حنفی مذہب کے سختی
پابند تھے۔ ان کے علاوہ اور دوسرے
علماء بھی تھے لیکن کسی نے بھی ان
میں سے تعزیہ داری کی مخالفت نہیں
کی۔ اگر تعزیہ داری خلاف شرع ہوتی
تو یقیناً یہ لوگ بادشاہ سے کہکر بند کرا

ترویج آں باجماع امت نبی صلعم
ثابت و متحقق است و بتواتر رسیده
و در حدیث شریف واقع است
لن تجتمع امتی علی الضلالۃ لستہ
ہر چہ ایشاں براں اجماع کنند و
اتفاق نمایند حق بود پس دریں
عصر اگر کسے انکار نماید ایں مراسم
را خلافِ شرع مکروہ داند خلاف اجماع
است و انکار از تواتر است و ایں
معنی بموجب اصول فقہ نہایت ممنوع
انتہی بقدر الحاجۃ۔

(ازالۃ اوہام)

اس لئے کہ یہ لوگ بادشاہی سرکار
میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے اور
بادشاہ خود بھی متشرع دیا بند مذہب
تھے اگر کوئی اس جانب ان کو متوجہ
نہ بھی کرتا تو خود سے بند کرا دیتے اس
کے برعکس تعزیہ داری اس زمانہ میں
عام طور سے جاری تھی اور اب بھی
جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک
جاری رہے گی۔ آج تک کسی نے بھی
چاہے عوام میں ہو چاہے خواص میں سے
اس زمانہ سے اب تک اس کی مخالفت
نہیں کی۔ اس صورت سے گویا تعزیہ
داری کی ترویج اجماع امت سے
ثابت و متحقق ہے اور یہ حدیث شریف
بتواتر مروی ہے کہ میری امت ضلالت
و گمراہی پر کبھی بھی متفق نہ ہو گی اس
لئے کہ یہ لوگ جس بات پر اجماع کر لیں گے

ذہی حق ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص
تعزیہ داری سے انکار کرے اور اس کو خلاف
شرع قرار دے تو یہ اجماعِ امت کے خلاف
ہے اور گویا تواتر سے انکار کرنا ہے اور یہ امر
اصولِ فقہ کی بنا رپہ بالکل خلاف وممنوع
ہوگا۔ (ازالہ اوہام)

ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تعزیہ داری کی ترقی علاوہ سنی صوفیائے کرام کے شیعہ بادشاہوں کی وجہ سے بھی زیادہ تر ہوئی۔ تاریخِ ہند میں ایسے دور بھی گزر چکے ہیں جبکہ تمام اطراف ہند میں شیعہ حکمران تھے۔

دکن میں گولکنڈہ، بیجاپور اور احمد نگر کی قطب شاہی اور عادل شاہی اور نظام شاہی شیعہ حکمران ایسے تھے جنھوں نے شیعیت اور تعزیہ داری کی ترویج میں کافی جدوجہد کی ہے۔ برہان نظام شاہ بحری اور یوسف عادل شاہ آج تک تاریخ "مروج مذہب اثنا عشر" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں (تاریخ فرشتہ) سلاطین دکن محمد قلی قطب شاہی سب سے پہلا اردو زبان کا "مرثیہ گو" ہے۔ جس کے مرثیے اب بھی محفوظ پائے جاتے ہیں۔

سلاطینِ دکن کے زمانے میں عزاخانوں میں علم نصب کئے جاتے تھے اور "علم" ہی کے جلوس نکلتے تھے۔ ہر خاص و عام کو ایام عزا میں سیاہ

لباس پہننے کا حکم تھا۔ دس دن تک کے لئے کھانے پینے کی دوکانیں بند کردی جاتی تھیں۔ اور جانوروں کو ذبح کرنے کے لئے بھی ممانعت تھی۔ اسی طرح میسور و سندھ، بنگال اور اودھ کی شیعہ سلطنتیں تھیں جنھوں نے تعزیہ داری کی ترویج و اشاعت میں ناموری حاصل کی ہے۔ پہلے اودھ میں صرف چالیس دن تک تعزیہ داری ہوتی تھی۔ لیکن نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ نے ۸ ربیع الاول تک عزاداری کا رواج دیا۔

اس سلسلہ میں پنجاب کی نوزائیدہ شیعہ حکومت کو جو جلد ہی ختم بھی ہوگئی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بانی نواب حیات اللہ خاں المخاطب بہ نواب شاہنواز خاں جنھوں نے لاہور میں ایک مستقل شیعی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی جسکا خاتمہ احمد شاہ درانی نے اپنے حملوں سے کر دیا۔ انھیں شاہنواز خاں نے اپنے بزرگوں کا مذہب ترک کر دیا تھا اور مذہب شیعہ قبول کر لیا تھا۔ یہ اپنے نئے مذہب میں کافی راسخ العقیدہ تھے۔ تعزیت امام مظلوم میں انھوں نے بہت جوش سے کام لیا تھا۔ انھوں نے اپنی شاہی مہریں ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے اسامی کندہ کرائے تھے۔ (تاریخ بیان واقع قلمی تصنیف حاجی عبدالکریم ولد خواجہ عاقبت محمود معاصر محمد شاہ رنگیلے در کتب خانہ محمود آباد)

اسی طرح تخت دہلی پر بیٹھنے والے شیعی مغل شہنشاہ اور امرائے سلطنت

نے بھی تعزیہ داری کے رواج میں یقیناً حصہ لیا ہے۔ اس مقام پر ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ واقعہ "محمد امین خاں" سے متعلق ہے جو "سیر المتاخرین" جلد دوم صفحہ ۵۱۴ طبع نولکشور میں درج ہے:۔

وقت مامور شدن میر جملہ بصوبہ داری عظیم آباد امرابرائے ملاقات واسترخاص وے رفتند نعمت اللہ خاں خلف روح اللہ خاں بنا بر ایام عاشورا بمراسم تعزیہ داری حضرت سید الشہداء حسین ابن علی علیہما السلام چند روز نرسیدہ بعد انقضائے ایام مذکورہ برائے رخصت میر جملہ رفت اتفاقاً محمد امین خاں ہم درآں مجلس حاضر بود و در یک پہلوئے میر جملہ نعمت اللہ خاں نشست و در پہلوئے دیگر محمد امین خاں نشستہ بود نعمت اللہ خاں عذر دیر آمدن خواستہ گفت بنا بر ماتم درنگے در آمدن شد معاف باید داشت۔ محمد امین خاں

میر جملہ جب صوبہ عظیم آباد کے گورنر بنائے گئے تو امرائے دولت ان کو رخصت کرنے کے لئے گئے۔ نعمت اللہ خاں پسر روح اللہ خاں عشرۂ محرم کی وجہ سے تعزیہ داری امام مظلوم میں مشغول رہے اور نہ جا سکے۔ بعد عشرہ یہ بھی میر جملہ کو رخصت کرنے کے لئے گئے اتفاق سے اس وقت وہاں محمد امین خاں بھی موجود تھے۔ میر جملہ کے پہلو میں نعمت اللہ خاں بیٹھ گئے۔ انھوں نے دیر میں آنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ معاف فرمائیے گا ماتمداری کی وجہ سے اب تک نہ آسکا۔ یہ سن کر محمد امین خاں نے طنزاً پوچھا کہ کیا جناب کے یہاں

بکنایہ پُرسید کہ کسے در دولتخانہ مردہ بُود
نعمت اللہ خاں گفت خیر ماتم سید الشہداءؑ
بود محمد امین خاں گفت اے صاحب
چہ معنی دارد یزید و حسینؑ بن علیؑ ہر دو
صاحبزادہ بودند مارا چہ رسد کہ ماتم یکے
بگیرم و دیگر را بد بدانیم دماتم اُو د
رفقائے او نگریم، نعمت اللہ خاں
در جواب گفت صاحبزادہ ما کشتہ شد
ماتم او گیریم و صاحبزادہ شما ظفر یافت
شما شادی بکنید۔ و گفتگو بطول کشیدہ
منجر بہ خانہ جنگی شد، میر جملہ درمیاں
آمدہ اصلاح داد۔

کسی کی موت ہو گئی ہے۔ نعمت اللہ
خاں نے کہا نہیں۔ حضرت سید الشہداءؑ
کا ماتم تھا۔ یہ سُن کر محمد امین خاں
نے کہا بھلا حضرت یہ تو فرمائیے
ہم کو اس سے کیا غرض یزید
و حسینؑ دو صاحبزادے تھے۔ ہم
کو کیا ضرورت ہے کہ ایک کا ماتم
کریں اور دُوسرے کو بُرا کہیں۔ اور
پھر اس کے اُٹھ جانے پر غم نہ کریں۔
نعمت اللہ خاں نے کہا ہاں ٹھیک ہے،
ہمارا شہزادہ شہید ہوا اس لئے ہم اس کا
غم کرتے ہیں اور آپ کے صاحبزادے
نے فتح حاصل کی ہے آپ خوشی کیجئے
آخر کار اس گفتگو نے اس قدر طول
پکڑا کہ قریب تھا کہ خانہ جنگی ہو جاوے
لیکن میر جملہ نے درمیان میں پڑ کر
رفع دفع کر دیا۔

لیکن باوجود ان تشریحات کے جو عزاداری کے متعلق کی گئی ہیں یہ سوال اب بھی نہیں حل ہوا کہ تعزیہ کی ایجاد کیونکر ہوئی؟ اس کے جواب میں قیاس سے بھی مدد لی جاسکتی ہے کہ یہ ایک قدیمی دستور تھا کہ ہندوستانی مسلمان زیارت مقاماتِ مقدسہ مثل خانۂ کعبہ، مدینۂ منورہ، نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ کو جایا کرتے تھے۔ ان زائرین میں سے اکثر عام طبقہ کے لوگ مشاہد متبرکہ کی تصویریں اور روضہ کی نقل (جو منقش لکڑی یا کسی دھات کی بنی ہوتی تھیں) اپنے ہمراہ لاتے تھے۔ اور مسلمانوں کو اس کی زیارت کراتے تھے۔ بعد میں ایک گروہ ہی ایسا پیدا ہو گیا جس نے اس کو اپنا پیشہ بنا لیا اور ان کی عورتیں ان چیزوں کو زنان خانہ میں لے جاتی تھیں اور شائقین کو زیارت کراتی تھیں۔ عقیدتمند مسلمان مرد اور عورتیں اس کے عوض ان کو انعام دیتے تھے۔ اور نذریں چڑھاتے تھے۔ یہ عورتیں جنھوں نے اس کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا "روضہ والیاں" کہلاتی تھیں۔ ممکن ہے کہ تعزیہ کا رواج اس رسم سے ظہور پذیر ہوا ہو۔ لیکن اس قیاس کو یقین کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ یہ صرف قیاس ہی کی حیثیت رکھتا ہے جس پر بغیر کسی دوسرے حتمی و یقینی ثبوت کے زور نہیں دیا جاسکتا۔

تعزیہ کی ابتدا کے بارے میں ہندوستان میں ایک روایت عموماً زبان زد اور مشہور ہے جس کو تواتر کا مرتبہ دیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا

موجد امیر تیمور صاحبقرآں ہے اس کا تاریخی ثبوت ابتک فراہم نہیں کیا جا سکا ہے۔ صرف ایک کتاب ضرور ہے کہ جس سے روشنی پڑتی ہے۔ اور اس کتاب میں اس کے ماخذ کے حوالہ میں اصلی تزک تیموری کو پیش کیا گیا ہے جو ترکی زبان میں ہے۔ اس کتاب کا نام "علم حیدری" ہے۔ جس کا مصنّف خاندانِ تیمور کا ایک مشہور شہزادہ مرزا حیدر شکوہ بن مرزا کام بخش بن مرزا سُلیمان شکوہ بن شاہِ عالم دوئم بادشاہ دہلی ہے۔ اس کتاب کو شاہزادے نے اس وقت لکھا ہے جبکہ بہادر شاہ دوئم بادشاہ دہلی نے سنّی مذہب کو ترک کر کے شیعیت کو اختیار کر لیا تھا۔ اور ایک جوڑ بڑے علم لکھنؤ میں درگاہ حضرتِ عباس پر چڑھانے کے لئے بھیجا تھا۔ علم چڑھانے کی رسم لکھنؤ میں بڑی شان سے منائی گئی اور بادشاہ دہلی کے شیعہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ دہلی کے سنّی اس خبر سے ناواقف تھے اس لئے کہ بادشاہ نے بہت پوشیدہ طریقہ سے یہ کام کیا تھا۔ لکھنؤ کے اعلان سے دہلی میں بھی یہ خبر پہونچ گئی وہاں کے لوگ اس خبر کو سننے کے بعد اپنے بادشاہ سے برگشتہ ہو گئے اور تمام شہر میں شورش ہو گئی۔ بادشاہ اس ہنگامہ سے گھبرا گیا اور مذہب تشیّع کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ جب اس کی خبر شہزادہ حیدر شکوہ کو ہوئی تو انھوں نے اس ارادہ سے کہ حقیقت ظاہر ہو جائے تمام خفیہ کارروائیوں اور تحریروں کو جو ان کے اور ان کے چچا بہادر شاہ کے درمیان ہوئی تھیں ایک کتاب کی شکل

میں شائع کردیا۔ جس کا نام "علمِ حیدری" رکھا۔ اس کتاب میں شہزادے نے اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صرف ان کے چچا بہادر شاہ دویم[1] ہی نہیں بلکہ ان کے اکثر بزرگ شیعہ تھے جو مصلحتاً تقیہ کے لباس میں تھے۔ منجملہ دیگر دلائل کے ثبوت میں "چہل نصائح بہادر شاہی" نامی کتاب سے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا مصنف بہادر شاہ اوّل بن اورنگ زیب ہے۔ اس میں بہادر شاہ اوّل نے اِس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ان کے تمام بزرگ امیر تیمور سے لے کر اورنگ زیب تک شیعہ تھے (اورنگ زیب کا کم از کم میلان بجانب مذہبِ شیعہ اس آخری وصیت نامہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

---

[1] بہادر شاہ دوم کے تشیع کے متعلق مولوی امیر احمد صاحب علوی بی۔ اے علیگ جج اپنے مضمون "شمعِ مزار" کے ذریعے سے یوں روشنی ڈالتے ہیں:۔

"مرزا ابوظفر (بہادر شاہ دویم) نے واقعی مذہب تبدیل کیا تھا یا اظہار تشیع سلاطینِ ایران و اودھ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ایک پولٹیکل چال تھی"۔ آج جب کہ نہ بہادر شاہ اس عالم میں ہیں اور نہ مرزا حیدر شکوہ اس معمہ کا تسکین بخش حل بہت دشوار ہے۔ دل کا راز سوائے علام الغیوب کے اور کون جا سکتا ہے۔ لیکن اس شک نہیں کہ بادشاہ کو محبت اہلبیت میں غلو اس سے زیادہ تھا جتنا کہ ان کے ہمعصر ہم وطن ظاہر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ  
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ

جس کو خان بہادر چودھری نبی احمد سندیلوی ڈی۔ ایس۔ پی نے اپنی کتاب وقائع عالمگیری کے صفحہ ۱۲۷ تا ص ۱۳۰ پر نقل کیا ہے۔ (مطبوعہ نیشنل پریس الہ آباد) اس وصیت نامہ کو ناچیز نے فارسی کی دو قلمی کتابوں میں اور دیکھا ہے۔

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ)

جو اس امام کا ہے دوست خدا کا ہے دوست — قبول ہوتی ہے اس کی علی الدوام نماز

جو ہو حسینؑ کا دشمن اسے کہاں ایماں — اگرچہ پڑھتا بھی ہو وہ برائے نام نماز

نماز پڑھ کے سدا سجدہ و قیام کے ساتھ — وظیفہ چاہیے ذکر غم امام کے ساتھ

ہیں درِ دولت سے ہوتے بہرہ ور شاہ و گدا — پھر بھلا اس در کے ہوتے کس سے کیجئے التجا

آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں پر ظفر ہے آپ کا — آئیے اب تو مدد کے واسطے بہر خدا

یا حسینؑ ابن علیؑ بندہ بہت ناچار ہے

محرم میں بادشاہ فقیر بنتے، سبز کپڑے پہنتے اور گلے میں سبز جھولی ڈالتے تھے، چھٹی تاریخ کو تھوڑی دیر کے لئے سدے ہاتھ میں لے کر اور چاندی کی زنجیر کمر میں ڈال کر گشت کرتے تھے۔ ساتویں کو مہندی بڑی دھوم دھام سے اٹھتی تھی اور بادشاہ بہ نفس نفیس اس کی مشایعت کرتے تھے، آٹھویں کو سقائے حرم کی پاگ میں لال کھاروے کی لنگی باندھ کر بہشتی بنتے، اور شربت کی بھری ہوئی مشک کاندھے پر رکھ کر معصوموں کو شربت پلاتے تھے۔ دسویں تاریخ کو موتی مسجد میں عاشورے کی نماز پڑھ کر ظہر کے وقت حاضری کے دسترخوان پر نیاز دیتے تھے، دسترخوان پر تیر بالیں چنی ہوتی تھیں، اور تیر بالوں پر کباب، پنیر، پودینہ، مولیاں کتر کے رکھی جاتی تھیں۔

پہلی کتاب شاہ عالم ثانی کے زمانہ کی ہے جو نواب صلاح الدین کے چھوٹے بھائی کی تصنیف ہے۔ یہ بزرگ اکابرین دولت شاہ عالم سے تھے۔ یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی لٹن لائبریری کی مشرقی شاخ کے مخطوطات میں محفوظ ہے۔ دوسری کتاب بھی تاریخ کی ہے جس کا نام "مراۃ البلاد" ہے۔ اس مصنف کوئی بزرگ ہاشم علی شیعی ہیں۔ یہ کتاب محمود آباد کے کتب خانۂ سقراطیہ میں موجود ہے۔ کل سلاطینِ مغلیہ کے تشیع کو ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ اصل یہ ہے کہ سلاطین مغلیہ کا مذہب سنی تھا بجز بہادر شاہ اوّل کے جو بظاہر شیعہ ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور کے تشیع پر یقین نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اورنگ زیب کے متعلق یہ ہو سکتا ہے کہ آخری عمر میں اُس پر حق ظاہر ہوا ہو اور بمصلحت اُس کا اعلان نہ کر سکا ہو اور آخر وقت اپنے وصایا کے ذریعے سے اپنے باطنی عقیدہ پر روشنی ڈالی ہو، ورنہ اکثر سلاطینِ مغلیہ سخت قسم کے متعصب سنی گزرے ہیں جن کا دامن سادات و شیعوں کے خون سے رنگین نظر آتا ہے) بہادر شاہ اوّل نے تیمور لنگ کے شیعہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں اصلی نسخہ تزک تیموری (جو ترکی زبان میں ہے) سے جو عبارت نقل کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے :-

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) یہ ایک چشم دید درباری گواہ کا بیان ہے۔ ملاحظہ ہو "بزمِ آخر" مرتبہ منشی فیاض الدین مرحوم
(مضمون شمع مزار، تیسرا آنسو، نمبر ۲ صفحہ ۶۰ و ۶۱ رسالہ شمع بابتہ ماہ فروری ۱۹۲۷ء)

امیر تیمور لکھتا ہے۔ ۷۷۱ھ میں جبکہ میں ۳۵ سال کا تھا تو میں نے توران کے میدان میں ظالم ازبک کو شکست دی اور میں ماوراء النہر کے تخت پر قابض ہو گیا۔ تمام منبروں پر میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اُس وقت سادات و شیوخ۔ علماؑ و زہاد نے میرے لئے دُعائے خیر کی۔ خواجہ عبداللہ نے جو اس زمانہ میں اہلِ سُنت کے پیشوا تھے میری سخت مخالفت کی اور لوگوں کو میرے خلاف برانگیختہ کرنے لگا۔ لیکن اُس نے خواب میں پیغمبر خدا کو اس طرح دیکھا کہ میں بھی حضرتؐ کے حضور ایستادہ ہوں۔ اُس نے چاہا کہ حضرتؐ کو سلام کرے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے اُس کی طرف سے رُوئے مبارک کو پھیر لیا۔ دوبارہ پھر اُس نے حضرتؐ کی خدمت میں سلام کیا۔ اِس مرتبہ بھی حضرتؐ نے اظہارِ ناراضی کیا۔ آخر کار خواجہ عبداللہ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ یہ تیمور وہ ہے جو آپ کے ہزاروں اُمتیوں کو تہ تیغ کر چکا ہے اور جس نے ان کے ممالک کو تاراج کر دیا ہے لیکن اس پر بھی حضورؐ نے دربار میں حاضری کی عزت دی ہے۔ برعکس اس کے میں نے حضورؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے۔ اور اعلائے کلمۂ حق میں مصروف رہا ہوں۔ اس پر بھی سرکارؐ مجھ سے غضبناک ہیں۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تیمور سفاک ہے اور اُس نے بہت سے مسلمانوں کو قتل بھی کیا ہے لیکن اب وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میرے اہلِ بیت کے ساتھ بھی مودت رکھتا ہے۔ تو تیمور کے خلاف کیوں آواز بلند کر کے

لوگوں کو بھڑکاتا ہے"۔ اِس خواب کو دیکھنے کے بعد خواجہ عبداللہ جب بیدار ہوا تو فوراً میری خدمت میں حاضر ہوا اور میرا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ ۸۰۴ھ میں یہ واقعہ درپیش ہوا کہ سلطانِ روم نے مجھ پر ایک لشکر جرار لے کر چڑھائی کی۔ میں بھی اُس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ آغاز جنگ سے پہلے میں نے ساداتِ کربلائے معلّے اور قبیلۂ سرجم کے نجفی باشندوں کی فوجیں اپنی کمک کے لئے آتی دیکھیں۔ سید مفتاح اُن کے سردار تھے جو ان لوگوں کے آگے آگے ایک علم لئے ہوئے تھے۔ میں اِس غیبی امداد پر بہت خوش ہوا۔ سید مفتاح نے مجھ سے یہ بھی بتلایا کہ انھوں نے امیرالمومنین حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا ہے جنھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں (یعنی سید مفتاح خود) اِس علم کو لے کر تیمور کی مدد کو جاؤں۔ جب میں نے سید مفتاح سے اِس بشارت کو سنا تو فوراً میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اب مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ تائیدِ الٰہی شاملِ حال ہے۔ اسی اثناء میں میری فوج سے "ادکی تیمو" نکل کر سامنے آیا اور فتح کی دُعا کرنے لگا۔ میں نے علم اُس کے ہاتھوں میں دے دیا اور حملہ کرنے کے لئے کہا اپنے اِس اعزاز پر جوشِ مسرّت کی وجہ سے رو پڑا اور دلیرانہ حملے کرنے لگا۔ دورانِ جنگ میں ایک مرتبہ حضرت رسالتمآب صلعم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مودتِ اہل بیتؑ کے صلہ میں خداوندِ عالم نے تیری ستر اولادوں کو دُنیاوی حکومت عطا فرمائی ہے۔

دراسی مناسبت سے آنحضرتؐ نے مجھ کو ستر خرمے کرامت فرمائے۔ میری
رت کی کوئی انتہا نہ تھی کہ جب بیدار ہونے کے بعد بھی میں نے اپنے دامن
ں اسی تعداد میں یعنی ستّر خرمے پائے۔ اس خواب کے بعد میں نے اپنی
ل اولادوں کو جن کی تعداد اُس وقت ۲۴ تھی الگ الگ ملک تقسیم کر دیئے
یسی عزّت جو مجھ کو حاصل ہوئی ہے آدم سے لے کر اب تک کسی بادشاہ کو حاصل
یں ہوئی۔ اس مبارک خواب اور علم کی برکت سے سلطان روم پر مجھ کو
تح حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ کربلائے معلیٰ میں مجھ پر یہ واقعہ بھی گزرا۔ کہ
ر شہید جو گنجِ شہیداں سے الگ دفن کئے گئے ہیں اور جن زخموں کو حضرت
مام علیہ السلام نے اپنی مادرِ گرامی جناب فاطمہ زہراؑ کے رومال سے باندھا
ھا اور جو مع اس رُومال کے دفن کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ چند سرداروں
نے اس رُومال کے لئے مجھ کو مجبور کیا کہ میں ایسی نفیس و متبرک یادگار
پر قبضہ کرلوں، میں نے اس معاملہ میں علماء سے مشورہ کیا ان لوگوں نے
مجھ کو اس سے منع کیا۔ علاوہ ازیں میں خود بھی اس کو گناہِ عظیم سمجھتا تھا۔
اس موقع پر ملا نضاح نے جو مدینے کے ایک سید تھے مجھ سے کہا کہ مدینہ
میں زید ہاشمی کے مکان میں ایک متبرک کپڑا ہے جو جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ
کے دستِ مبارک کا بُنا ہوا ہے اور اکثر اس کپڑے پر معجزنما تحریریں بھی
نظر آتی ہیں، مجھ کو اس متبرک کپڑے کے حاصل کرنے کی انتہائی خواہش

اس لئے اس کے لئے خاص طور سے زید ہاشمی کو مدینے سے طلب کیا
وہ اپنے ساتھ اس متبرک کپڑے کو بھی لائے اور مجھ کو بخش دیا۔ درحقیقت
اس پر حروف پائے گئے۔ اس متبرک کپڑے کی زیارت کی تو فرطِ مسرت
سے رونے لگا۔ غرضکہ اپنے قیام کے زمانہ میں برابر قبر مطہر امام مظلوم کی زیارت
سے مشرف ہوتا رہا۔ وہاں کے باشندوں نے مجھ کو ایک علم بھی دیا تھا جو
خاکِ شفا کا بنا ہوا تھا۔ جس کو میں بصد تعظیم پیشانی اور آنکھوں سے لگایا کرتا
تھا۔ ایک مرتبہ اس علم میں میں نے واقعاتِ کربلا کا مشاہدہ کیا تھا۔ جس سے
میں متاثر ہوکر رونے لگا تھا۔ اس کا اتنا اثر تھا کہ تین دن اور تین رات
تک برابر غمگین ومحزون رہا اور کسی کام کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوا۔ اس
واقعہ کے بعد میرا یہ ارادہ ہوگیا تھا کہ اس مقدس سرزمین سے کبھی جُدا
نہ ہوں گا۔ لیکن بالآخر شہزادوں اور دُوسرے فوجی افسروں نے مجھ کو
وہاں سے روانہ ہونے کی انتہائی ترغیب دی جس کی وجہ سے وہاں سے
کوچ کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔ اُس وقت کربلا کے باشندوں نے میری
تکلیف اور غم دُور کرنے کے لئے مجھے ایک ایسی ضریح نذر دی جو کہ مزارِ انور
کے قریب کی خاک پاک سے بنائی گئی تھی۔ جب میں نے اُس ضریح کی زیارت
کی تو بالکل بے قابو ہوکر رونے لگا۔ شب کے وقت اس ضریحِ مُبارک سے
نوحہ وماتم کی غیبی صدائیں آتی تھیں جس کو سُننے کے بعد لوگ بے چین ہوجاتے تھے۔

اس معجزہ کے ظہور کی وجہ سے لوگ اس کو ضریح معجزہ کہنے لگے تھے۔ یہ ضریح ہر موقع اور موسم میں میرے ساتھ رہی اور اس کے برکات سے مجھ کو ہر طرح کی کامیابی حاصل ہوئی۔ ماہ محرم کے عشرۂ اول میں اس متبرک ضریح معجزہ کو دس دن تک خیمہ میں رکھتا تھا اور سید مدنی کی ہدایت کے مطابق عزاداری میں مشغول رہتا تھا۔ سید ممدوح حضرت کے واقعات شہادت مجھ کو سناتے تھے اور میں گریہ و ماتم کرتا تھا اور روٹیاں تقسیم کرتا تھا۔"

یہاں پر اس عبارت کا ماحصل ختم ہوتا ہے۔ جس کو کہ بہادر شاہ اول نے "تزک تیموری" سے نقل کیا ہے۔ لیکن یہ عبارت تزک کے فارسی ترجمے میں نہیں ہے۔ بہادر شاہ اول نے اس کے متعلق "چہل نصائح" میں خود تحریر کیا ہے کہ اس عبارت کو مترجم نے جنہوں نے شاہجہاں کے حکم سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے عمداً چھوڑ دیا ہے تاکہ تیمور کے تشیع کو پوشیدہ کیا جا سکے۔ اس کا اعتراف یورپ کے مستشرقین و محققین نے بھی کیا ہے کہ تزک تیموری کے مترجم (محمد افضل بخاری) جنہوں نے ابو طالب حسینی کے ترجمہ پر نظر ثانی کیا ہے اور جس کا فارسی ترجمہ آج کل متداول ہے) نے تیمور کو سنی ظاہر کرنے کے لئے ترجمہ میں اس کی شیعیت کو چھپایا ہے۔ ملاحظہ ہو :-

تنقید { Elioth and Dowson
Vol. III. P. 393 by Major Stewart }

تزک کی اس عبارت سے جو بہادر شاہ اول کی پیش کردہ ہے۔ یہ امر یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ ضریح (نقل روضہ) تیمور کے لئے بنائی گئی۔ لیکن ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آیا ضریح بنانے کا رواج تیمور کے عہد میں قدیم تھا یا جدید؟

بیان کیا[1] جاتا ہے کہ تیمور نے جب دمشق فتح کیا تو وہاں سے اس کو اہل بیت علیہم السلام کے بہت سے ترکات دستیاب ہوئے تھے۔ چنانچہ ان میں کچھ خون آلود کپڑے حضرت کے جسم مطہر کے بھی تھے۔ تیمور نے ان سب ترکات اور نیز ضریح معجزہ کو ایک عماری میں رکھدیا تھا اور اس عماری کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ یہ عماری مع ترکات کے برابر اس خاندان میں محفوظ رہی۔ ایام محرم میں اس عماری کا گشت اس شان[2] سے ہوتا تھا کہ امراء اور ارکین سلطنت میں جو لوگ نہایت بزرگ و مقدس ہوتے تھے وہ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے رہتے تھے اور تمامی فوج ساتھ رہتی تھی۔ ممکن ہے کہ تعزیہ کی وہ شکل جو عماری سے زیادہ مشابہ ہے وہ اسی کی نقل ہو۔

---

[1] فرض عین صفحہ ۳۲ طبع لکھنو۔

[2] ریاست عالیہ محمود آباد میں اس وقت تک ایک علم تیمور کے زمانہ کا موجود ہے جو فولاد کا بنا ہوا ہے۔ اور جس پر تیمور کا نام اور سنہ ہجری کندہ ہے۔

اِس قسم کا تعزیہ میرے خاندان میں بنایا جاتا ہے۔ جس کو میرے خاندان کے بزرگ سادات بناتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا تعزیہ کہیں اور بھی بنتا ہو لیکن میرے علم میں نہیں ہے) یہ تبرکات اسی عماری میں محمد شاہ کے عہد تک رہے۔ جب نادر شاہ ہندوستان میں آیا تو ان میں سے کچھ تبرکات وہ اپنے ہمراہ لے گیا۔ جو باقی بچ گئے وہ ایک طلائے خالص کی عماری میں رکھے گئے جب شاہ عالم ثانی کا زمانہ آگیا اور غلام قادر نے بادشاہ کے ساتھ نمک حرامی کیا تو اس وقت سیندھیا (مرہٹوں) نے بادشاہ کی مدد کی اور فرطِ عقیدت سے وہ اس عماری کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور گوالیار میں عزاداری کی بنیاد ڈالی۔

مندرجہ بالا توضیحات سے تاریخ تعزیہ داری پر کسی حد تک روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اب تتمۂ کلام میں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ "عزادارانِ حسینؑ" عام اس سے کہ وہ کسی مذہب و ملت کے کیوں نہ ہوں مقصد عزا کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے اس معروض پر غور فرمائیں؛ ظاہر ہے کہ "حسینؑ" صرف شیعوں اور مسلمانوں ہی کے نہیں ہیں بلکہ "حسینؑ" تمام عالمِ انسانیت کے ہیں۔ حسین کا پیغام عام ہے۔ کسی مخصوص فرقہ اور قوم سے اس کو وابستہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے سوگوارانِ حسینؑ کا یہ فریضہ ہونا چاہیئے۔ کہ عزائے امامؑ کے ذریعہ "مظلوم کربلا"

کے پیغام کو جو عالم انسانیت کے لئے ہے تمام عالم تک پہونچائیں۔ آج درحقیقت "شخصیت پرستی" و "سرمایہ پرستی" کا خاتمہ نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ "یزیدیت" و "غیر خدا کی محکومیت" دنیا سے مٹ رہی ہے۔ اور "حسینیت" و "للہیت" دنیا پر غالب آ رہی ہے۔ زمانہ کے انقلاب نے سیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" کی تفسیر کو ہماری نگاہوں کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ "حسینیت" نے "یزیدیت" کو پسپا کر کے عظیم الشان فتح حاصل کر لی ہے۔ اگر آپ کچھ بھی "تفکر و تدبر" سے کام لیں تو آپ کو اس نتیجہ پر پہونچنے میں آسانی ہو گی کہ دنیا میں ۶۱ھ کے بعد جو انقلابات بھی آئے ہیں وہ سب واقعۂ کربلا کے نتائج ہیں بقول علامہ اقبال ؎

تا قیامت قطع استبداد کرد  موج خون او چمن ایجاد کرد

موجودہ زمانہ جو "دور اضطراب و حرکت" ہے اس میں اس کی ضرورت ہے کہ "تعزیہ داران حسینؑ" اپنی ایک جمعیت بنائیں۔ جس میں ہندو، عیسائی اور مسلمان تمام مذاہب کے لوگ شامل ہوں اور اس طرح ایک انسانی برادری بنا کر "تفرقہ پرداز اور مفسد" قوموں کو "صلح و آشتی" کی جانب دعوت دیں۔ محرم کے زمانہ میں یہ کام آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ ہم موجودہ زمانہ کے رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی مجلسوں اور جلوسوں

میں بھی ایسی ترمیم کر سکتے ہیں جس سے "حسینیت" کی تبلیغ زیادہ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

"حسینؑ" تاریخ عالم میں ایک زبردست عظیم المرتبت انسان تھے، وہ بنی نوعِ انسان کے ہمدرد، محسنِ عالم، تمام دنیا کو ایک مرکز پر لانے والے پیکرِ شجاعت اور مجسمۂ حریت تھے۔ اس جلیل القدر انسان میں ایسی جاذبیت موجود ہے جو مصنفین اور مؤرخین کو ہر زمانہ میں اپنی جانب متوجہ کرتی رہی ہے اور آئندہ بھی متوجہ کرتی رہے گی۔

فاجیبوا یا قومنا!

---

## حصہ دوم

# اثباتِ عزاداری

## عاشورائے محرم کو خوشی منانے کے متعلق تمام روایتیں موضوع ہیں

## سوائے

## یومِ غم ہونے کے اس دن کی اور کوئی فضیلت نہیں ہے

## دشمنانِ اہلبیت نے اس کو یومِ سرور بنایا ہے

موجودہ زمانہ مصر کے زبردست محقق علامہ جلال الحسینی الحنفی اپنی مشہور

تصنیف "الحسین" جلد دوم کے صفحہ ۱۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

(یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں مکتبۃ السلیقۃ قاہرہ سے شائع ہوئی ہے)

قال ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۸۲ وکذلک بدعۃ السرور والفرح، دروی من احد ثما انہ من

علامہ تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۸۲ پر فرماتے ہیں ایسے ہی عاشور محرم کو خوشی اور سرور کرنے کی بدعت ہے اور یہ حدیث ہے کہ

وسع علی اھلہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ قال احمد بن حنبل ھذا الحدیث لا اصل لہ ولم یستحب احد من الائمۃ الاربعۃ لا ھذا ولا ھذا وبدعۃ التوسعۃ علی العیال واتخاذ الطعمۃ غیر معتادۃ اصلھا من المتعصبین بالباطل علی الحسین وتلک بدعۃ اصلھا من المتعصبین بالباطل۔

(ب) اما حدیث التوسعۃ ولفظہ من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ فی سنتہ کلھا فانہ تفرد بہ الھیثم بن شداخ ضعیف باتفاق وقال ابن رجب لا یصح اسنادہ واوردہ ابن الجوزی فی الموضوع و بعضھم حسنہ اما غیر ذلک مما اشتھر فعلہ فی یوم عاشوراء کالاکتحال

" جو شخص عاشور کے دن اپنے اہل و عیال پر فراخی کریگا اللہ اس پر تمام سال فراخی رکھے گا"۔ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (یعنی جعلی ہے) اور چاروں اماموں میں سے یعنی (ابو حنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل) کسی ایک نے بھی ایسی ویسی باتوں میں سے کوئی امر کرنا مستحب و باعث ثواب نہیں سمجھا ہے۔ غرض کہ اپنے عیال پر فراخی کرنا اور روزمرہ کے خلاف مخصوص اس دن لذیذ و عمدہ کھانے پکوانا یہ سب باتیں ان لوگوں کی ایجاد ہیں جو امام حسینؓ کے خلاف ہو کر تعصب رکھتے ہیں یعنی جو "دشمنانِ حسینؓ" ہیں۔

لیکن حدیث توسع جس کے الفاظ

والتزین باللباس وغیرہ
وزیادۃ العلماء والا
خوان ونحو ذلك من
الامور الحسنۃ فلم یصح
منہا شیئ بل ھی من وضع
قتلۃ الحسین اتخذوہ عیدًا۔

پھر ص۱۶۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:-

(ج)

وقال الغزالی فی مکاشفۃ
القلوب ص۲۰۳ روی البیہقی فی شعب
الایمان۔ من وسع علی عیالہ و
اھلہ یوم عاشوراء وسع
اللہ علیہ فی سائر سنتہ
وفی روایۃ منکرا لطبرانی
مصدقہ بسبید دھم
لسبعمائۃ الف درھم اما
حدیث من اکتحل یومہ لم

"جو روز عاشور محرم اپنے عیال پر فراخی
کریگا خدا اس پر تمام سال فراخی کرے گا۔"
یہ حدیث صرف ہیثم بن شداخ سے مروی ہے جو
تمام لوگوں کے نزدیک باتفاق ضعیف ہے۔
ابن رجب کہتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد
صحیح نہیں ہے اور اس حدیث کو علامہ جوزی
نے موضوعات شمار کیا ہے۔ بعض نے
حسن بھی کہا ہے۔ رہ گئے اس کے علاوہ
اور افعال بھی (جن کا کرنا سنت وثواب
قرار دیا گیا ہے) مثلاً عاشور کے دن سرمہ
لگانا، عمدہ کپڑے پہننا، عالموں اور
برادری والوں کی ملاقات کے لئے (مثل
عید کے دن کے) جانا۔ یا مثل اس کے
اور امور حسنہ تو ان سب امور کے بارے
میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ بلکہ وہ
قاتلان حسینؑ کی ایجاد کی ہوئی باتیں ہیں
جنھوں نے عاشور محرم (جو یوم غم ہے)

يومه ذلك العام و من اغتسل فيه لم يمرض فموضوع وقد صرح الحاكم بان الاكتحال يومه بدعة وقال ابن القيم حديث اكتحال وطبخ الحبوب و الادهان والتطيب يوم عاشوراء من وضع الكذابين۔

عید کا دن قرار دیا ہے۔

امام غزالی مکاشفۃ القلوب ص۲۰۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث توسع کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ اور اس حدیث کو کہ ایک درہم عاشور کو خیرات میں دینا برابر ہے چھ سو درہم صدقہ کرنے کے" طبرانی نے نقل کیا ہے جو قابل اعتراض ہے اور یہ حدیثیں کہ جو شخص عاشور کو سرمہ لگائے سال بھر تک اس کی آنکھ آشوب نہ کرے گی یا جو شخص اس دن غسل کرے بیمار نہ ہوگا یہ سب موضوع ہیں۔ امام حاکم نے تو اس کی تصریح کی ہے کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا بدعت ہے اور علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے اور لذیذ اور عمدہ کھانے پکانے اور تیل اور عطر لگانے والی حدیثیں جو خاص عاشور محرم کے دن کے لئے روایت کی جاتی ہیں سب جھوٹوں

وذكر المقريزى فى الخطط ص۲۹۰ ج ۱ طبولاق قال يوم عاشوراء كان الخلفاء الفاطميون يتخذونه يوم حزن تعطل فيه الاسواق ويعمل فيه السماط العظيم المسمى

سماط الحزن فلما زالت
الدولة اتخذ الملوك
بنی ایوب یوم عاشوراء یوم
سرور یوسعون فیہ علی
عیالهم و یبسطون فی
المطاعم و یصنعون الحلاوات
و یتخذون الاوانی الجدیدۃ
و یکتحلون و یدخلون الحمام
جریا علی عادۃ اهل الشام
التی سنّها لهم الحجاج فی
ایام عبد الملک ابن مروان
لیرغموا اناف شیعۃ علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجهه
الذین یتخذون یوم
عاشوراء یوم عزا و حزن
علی الحسین بن علی لانہ
قتل فیہ وقد درکنا

گرُھی ہوئی ہیں۔
علامہ مقریزی خطط جلد ا ص۴۹۰
طبع بولاق مصر میں تحریر فرماتے ہیں کہ
مصر کے خلفاء فاطمیین عاشور محرم کو
غم مناتے تھے اس دن بازار بند کر دیئے
جاتے تھے اور صفِ ماتم بچھائی جاتی تھی
لیکن جب خلفاء بنی فاطمہ کا زوال ہوا تو
سلاطین بنی ایوب نے عاشور محرم کو خوشی
کا دن قرار دیا۔ اہل و عیال پر فراخی
کی جاتی تھی۔ لذیذ اور عمدہ کھانے اور
حلوے بنتے تھے۔ دسترخوان بچھایا جاتا
تھا جس پر قسم قسم کے کھانے پینے کی
چیزیں ہوتی تھیں۔ برتن خریدے
جاتے تھے (یعنی میلہ اور بازار لگتا تھا
جس میں خرید و فروخت ہوتی تھی) سرمہ
لگاتے تھے۔ حمام میں جاتے تھے۔ یہ سب
باتیں مثل شامیوں کے کی جاتی تھیں،

بقایا ما عملہ بنو ایوب من
من اتخاذ یوم عاشوراء یوم
سرور وتبسط وا ان
من عادة بنی ایوب فی التوسع
والسرور یوم عاشوراء
انما ھی عادتھم منذ
کانوا بالشام کسائر
اھلھا فاستمروا
علیھا بمصر ولما
زالت دولۃ الفاطمیین
علی ید صلاح الدین
یوسف ایوب بقیت
عادة بنی ایوب ونبتھا
کونھا مناقضۃ لعادة
الفاطمیین۔

جنھیں عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں
حجاج بن یوسف نے صرف اس لئے جاری
کی تھیں تاکہ دسویں محرم کو خوشی کر کے
حضرت علیؑ کے شیعوں کو تکلیف پہونچائیں
کیونکہ شیعان علیؑ اس دن غم وحزن کا
اظہار کرتے تھے۔ ان ہی شامیوں کی
پیروی بنی ایوب نے بھی کی کہ وہ اس دن
خوشی مناتے تھے اور میرے خیال میں عید
کی رسم بنی ایوب میں اسی زمانہ سے تھی جبکہ
یہ لوگ شام میں تھے تو دیگر شامیوں کی طرح
یہ برابر خوشی کرتے تھے۔ مصر میں آنے کے
بعد بھی یہ عادت جاری رکھی چنانچہ جب
سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب
کے ہاتھوں بنی فاطمہ کی سلطنت کو زوال
ہوا تو یہ لوگ مثل ملک شام کے مصر میں
بھی عید عاشورہ منانے لگے۔ اور ان لوگوں کا
فعل فاطمیین کی رسوم عزاداری کے بالکل
خلاف تھا۔

(۲)

علامہ شیخ شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی جو اپنے زمانہ کے "شیخ الفقہاء والمحدثین" ہونے کے علاوہ مکہ معظمہ کے مفتی تھے۔ صواعق محرقہ ص۱۱۰ و ص۱۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں (مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۴ھ)

وایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ببدع الناصبۃ المتعصبین علی اھل البیت والجھال المتقابلین للفاسد بالفاسد والبدعۃ بالبدعۃ والشر بالشر من اظہار غایۃ الفرح والسرور واتخاذہ عیدا واظہار الزینۃ فیہ کالخضاب والاکتحال ولبس جدید الثیاب وتوسیع النفقات وطبخ الاطعمۃ والحبوب الخارجۃ عن العادات و

اور اپنے کو بچائے پھر بچائے ـــــ ایسا نہ ہو کہ ناصبیوں کے بدعات جو اہلبیت رسولؐ کے خلاف تعصب رکھتے ہیں۔ کرنے لگے یا جاہلوں کے بدعات جو فاسد کو فاسد سے بدعت کو بدعت سے اور بدی کو بدی سے بھڑاتے ہیں۔ یعنی غایت درجہ کی فرح اور سرور کو ظاہر کرنا اور عاشور کے دن عید منانا اور آرائش و زینت کرنا جیسے خضاب کرنا و سرمہ لگانا اور نئی پوشاک بدلنا اور خرچ میں فراخی کرنا اور کھانے والے معمول سے زیادہ پکانا اور ان کا یہ سمجھنا کہ یہ امور مسنون و ہیں یعنی سنت ہیں غلط ہے۔ بلکہ تمام امور کا ترک سنت ہے

اعتقادهم ان ذلك كله فانه
لم يرو فى ذلك شئ يعتمد عليه
ولا اثر يرجع اليه وقد
سئل بعض ائمة الحديث
والفقه عن الكحل والغسل
والحناء وطبخ الحبوب ولبس
الجديد واظهار السرور
يوم عاشوراء فقال لم يرو
فيه حديث صحيح عنه صلى الله
عليه وسلم ولا عن احد
من اصحابه ولا استحبه احد
من ائمة المسلمين من الاربعة
ولا من غيرهم ولم يرو
فى الكتاب المعتمدة فى ذلك
صحيح ولا ضعيف وما قيل
من اكتحل يوم عاشوراء
لم يرمد ذلك العام

کیونکہ اس بارے میں قابل اعتبار
کوئی روایت نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی
حدیث ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے
حدیث اور فقہ کے بعض اماموں سے
سوال کیا گیا کہ سُرمہ لگانے اور مہندی
لگانے اور کھانا پکانے اور کپڑے بدلنے
اور خوشی ظاہر کرنے کا عاشور کے دن
کیا حکم ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ
اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح مروی نہیں
ہے۔ اور نہ کسی صحابی اور نہ مسلمانوں کے
چاروں اماموں یعنی ابوحنیفہ، مالک،
شافعی، احمد بن حنبل میں سے کسی نے اس
کو مستحب سمجھا۔ اور نہ کسی اور نے اور نہ
معتمد و معتبر کتابوں میں اس بارے میں
کوئی روایت صحیح ہے نہ ضعیف اور جو
کہتے ہیں کہ جس نے عاشورا کے دن سُرمہ

ومن اغتسل لم يمرض كذلك
ومن وسع على عياله فيه
وسع الله عليه سائر
سنته وامثال ذلك مثل
فضل الصلوٰة فيه وانه
كان فيه توبة ادم واستوآء
السفينة على الجودي وانجاء
ابراهيم من النار وفداء
الذبيح بالكبش ورد يوسف
علیٰ یعقوب علیه السلام
فكل ذلك موضوع الاحديث
التوسعة على العيال لكن
في سنده من تكلم فيه
فصار هؤلاء لجهلهم يتخذونه
موسما - وقد صرح الحاكم
بان الاكتحال يومه بدعة
مع رواية خبر ان من اكتحل

لگایا تو اس سال میں آنکھیں نہ
دکھیں گی اور جو کوئی نہایا سال بھر
بیمار نہ ہوگا اور جس نے اپنے عیال پر
فراخی کی تو اللہ تمام سال اس پر
فراخی رکھے گا اور اسی قسم کی اور دوسری
روایتیں جیسے اس کی نماز کی فضیلت
اور یہ کہ آدم کی توبہ قبول ہوئی اور نوح
کی کشتی جودی پر جا ٹھہری اور ابراہیم
کو آگ سے نجات ملی اور مینڈھا
اسمٰعیل کا فدیہ ہوا اور یوسف یعقوب
کے پاس آئے یہ سب حدیثیں موضوع
(گھڑی ہوئی) ہیں بجز توسع علی العیال
کے لیکن اس کے سند میں ایسا شخص ہے
جس کے حق میں کلام ہے (اس لئے یہ
حدیث بھی قابل اعتبار نہیں) سوائے
اس کے کہ اس گروہ (یعنی وہ لوگ جو
دسویں محرم کو بجائے غم والم کے خوشی

باکا ثمد یوم عاشوراء
لم ترمد عینه ابداً
لکنه قال انه منکر
ومن ثم اورده ابن الجوزی
فی الموضوعات من طریق
الحاکم قال بعض الحفاظ
من غیر ذلک الطریق ونقل
المجد اللغوی عن الحاکم
ان سائر الاحادیث فی
فضله غیر الصوم کفضل
الصلوٰة والانفاق والخضاب
والادھان والاکتحال
وطبخ الحبوب وغیر ذلک
کله موضوع ومفتریٰ
وبذلک صرح ابن القیم
ایضا فقال حدیث الاکتحال
والادھان والتطیب یوم

ظاہر کرتے ہیں) نے اپنی جہالت سے
اس کو (عشرۂ محرم کو) سرور وخوشی کا
موسم بنالیا ہے۔ اور امام حاکم نے تو
صاف بیان کیا ہے کہ عاشور کو سرمہ
لگانا بدعت ہے۔ باوجودیکہ اُنھوں نے
یہ حدیث نقل کی ہے کہ "جس نے روز
عاشوراء سرمۂ اثمد لگایا تو اس کی
آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی" لیکن اس
کے بارے میں کہہ دیا کہ یہ حدیث منکر
(خراب ہے اور اعتبار کرنیکے قابل نہیں)
اسی بناء پر علامہ ابن جوزی اس
حدیث کو حاکم کے طریق سے موضوعات
(گڑھی ہوئی حدیثوں) میں لائے
ہیں اور بعض حفاظ حدیث نے طریق
سے بھی کہا ہے۔ اور مجد الدین لغوی
(صاحب قاموس) امام حاکم سے نقل
کرتے ہیں کہ روزہ کے سوا عاشور کی

عاشوراء من وضع الکذابین

فضیلت کی ساری حدیثیں جیسے نماز کی اور خرچ کی اور خضاب کی اور تیل لگانے کی اور سرمہ لگانے اور کھانا پکانے کی اور اس کے سوا تمام حدیثیں موضوع اور گڑھی ہوئی ہیں۔ اور علامہ ابن قیم نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ سرمہ لگانے کی حدیث اور تیل اور خوشبو لگانے کی عاشورا کو جھوٹے لوگوں نے گڑھی ہے۔

(۳)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت من السنۃ کے ص۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ (مطبوعہ قیومی پریس کانپور سنہ ۱۹۲۳ء)

(الف) وفی المقاصد الحسنۃ شیخ محمد السخاوی حدیث من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینہ ابدا اوردہ الحاکم والبیہقی

اور علامہ شیخ محمد سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ "جس نے عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگایا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی" اس کو امام حاکم و بیہقی نے شعب الایمان کے تیسویں

في الثالث والعشرين
في الشعب والديلمي من
حديث جبير عن ضحاك
عن ابن عباس مرفوعا و
قال الحاكم انه منكر
بل موضوع اورده ابن
الجوزي في الموضوعات من
هذا الوجه ومن حديث
ابي هريرة بسند لين فيه
احمد بن منصور الشونيزي
فكان هذا دخل عليه وحديث
من وسع على عياله في يوم
عاشوراء وسع الله
عليه السنة كلها رواه
الطبراني وبيهقي في شعب
الايمان وفضائل الاوقات
عن ابي سعيد والثاني فقط

باب میں روایت کیا ہے اور دیلمی نے
جبیر کی حدیث سے انھوں نے ضحاک
سے انھوں ابن عباس سے مرفوعًا
روایت کی ہے۔ اور امام حاکم کہتے ہیں
کہ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع (من
گھڑت) ہے۔ ابن جوزی نے
اسی وجہ سے اس کو موضوعات
میں لکھا ہے۔ اور ابو ہریرہ
کی حدیث سے بسند ضعیف کہ جس
میں احمد بن منصور شونیزی ہے
اور جو قابل اعتراض ہے۔ یہ حدیث
کہ جس نے اپنے عیال پر عاشور کے دن
فراخی کی اللہ اس پر تمام سال فراخی
رکھے گا۔ اس کو طبرانی اور بیہقی نے
شعب الایمان اور فضائل الاوقات
میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو سعید نے
ابن مسعود نے اور دونوں پہلے بزرگوں نے

فی الشعب عن جابر و ابی هریرۃ وقال ان اسانیدہ کلہا ضعیفۃ۔

ابو سعید سے اور صرف دوسرے بزرگ نے شعب الایمان میں جابر اور ابو ہریرہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں۔

---

اور اسی کتاب کے صفحات ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ پر ہے:۔

(ب) وفی تنزیۃ الشریعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ للشیخ الامام الحافظ العلامۃ عالم المدینۃ النبویۃ فی زمانہ الشیخ علی بن محمد بن العراقی حدیث من صام تسعۃ ایام من اول المحرم بنی اللہ لہ قبۃ فی الھواء میلا فی میل بہا اربعۃ ابواب رواہ ابو نعیم عن انس وفیہ موسی الطویل

اور شیخ علی بن محمد بن العراقی جو اپنے زمانہ کے مدینہ شریف میں امام حافظ حدیث و علامہ تھے۔ اپنی کتاب تنزیہ الشریعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں لکھتے ہیں یہ حدیث کہ جس نے اوائل محرّم میں نو دن روزے رکھے تو اس کے واسطے اللہ ہوا میں ایک قبہ مساحت میں میل در میل بنا دے گا۔ اس کے چار دروازے ہونگے اس کو حافظ نعیم نے انس سے روایت کی ہے۔ اور اس کے راویوں میں موسی طویل ہے اور یہ اس حدیث کے لئے

وهوافقة وحديث من
صام يوم عاشوراء كتب
الله له عبادة ستين سنةً
بصيامها وقيامها وصام
يوم عاشوراء اعطى ثواب
عشرة آلاف ملك ومن
صام يوم عاشوراء اعطى
ثواب الف حاج ومعتمر ومن
صام يوم عاشوراء اعطى ثواب
عشرة آلاف شهيد ومن
صام يوم عاشوراء كتب الله
له اجر سبع سموات ومن
اشبع جائعاً في يوم عاشوراء
فكانما اطعم جميع فقراء
امة محمد واشبع بطونهم
ومن مسح على رأس يتيم رفعت
له بكل شعرة على رأسه

ایک بلائے بے درماں ہے اور یہ
حدیث کہ جس نے عاشور کے دن روزہ
رکھا تو اس کے واسطے اللہ سات
برس کی عبادت صوم وصلوۃ کے
ساتھ لکھے گا۔ اور جس نے یوم عاشورا
روزہ رکھا تو اس کو دس ہزار فرشتوں
کا ثواب ملے گا۔ اور جس نے یوم
عاشورا روزہ رکھا تو اس کو ہزار حاجیوں
کا عمرہ بجالانے والوں کا ثواب ملے گا۔
اور جس نے عاشورا کے دن روزہ رکھا
اس کے واسطے اللہ ساتوں آسمانوں
کا ثواب لکھ دیگا۔ اور جس نے عاشورا
کے بھوکے کا پیٹ بھر دیا تو گویا اُس نے
اُمتِ محمدی کے تمام فقراء کو کھانا کھلا
اور سیر کر دیا اور جس نے یتیم کے سر پہ
ہاتھ پھیرا تو اس کے ہر بال کے بدلے
جو اس کے سر پر ہیں جنت میں بلند درجہ

درجة في الجنة خلق الله
السموات يوم عاشوراء والأرض
كمثله وخلق القلم يوم
عاشوراء واللوح كمثله
وخلق جبرئيل يوم عاشوراء
والملئكة يوم عاشوراء وخلق
آدم يوم عاشوراء وولد ابراهيم
يوم عاشوراء ونجاه الله من
النار يوم عاشوراء وفدى
اسمعيل يوم عاشوراء ورفع
ادريس يوم عاشوراء وتاب
الله على آدم يوم عاشوراء
وغفر ذنب داؤد يوم عاشوراء
واستوى قرب على العرش يوم
عاشوراء وتقوم القيامة يوم
عاشوراء موضوع ذكره ابن
الجوزي وفيه حبيب بن حبيب

ملے گا۔ اللہ نے عاشور کے دن آسمان
پیدا کئے اور ویسے ہی زمین پیدا کی اور
عاشورے کے دن قلم پیدا کیا اور ایسے
ہی لوح کو اور عاشورے کے دن جبرئیلؑ
کو پیدا کیا اور عاشور کے دن فرشتوں کو
پیدا کیا اور عاشور کے دن آدمؑ کو پیدا کیا
اور ابراہیمؑ عاشور کے دن پیدا ہوئے اور
اللہ نے عاشور کے دن ان کو آگ سے بچایا
اور عاشور کے دن اسمٰعیلؑ کا فدیہ آیا اور
عاشورے کے دن فرعون کو ڈبویا۔ اور
عاشور کے دن ادریسؑ کو اٹھایا اور عاشور
کے دن آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور عاشور
کے دن داؤدؑ کا گناہ معاف ہوا۔ اور
عاشور کے دن رب عرش پر مستوی ہوا اور
عاشور کے دن قیامت قائم ہوگی۔ یہ
سب روایتیں گڑھی ہوئی جھوٹوں اور
افترا پردازوں کی ہیں) اس کو علامہ ابن

وهو آفة وحديث ان الله
فرض على بنی اسرائیل صوم
یوم فی السنة وهو یوم
عاشوراء وهو الیوم العاشر
من المحرم فصوموا ووسعوا
علی اهلیکم فیه فان من
وسع علی اهله من ماله
یوم عاشورا وسع الله علیه
سائر سنة فصوموه فانه
الیوم الذی تاب الله فیه
علی آدم وهو الیوم الذی
رفع الله فیه ادریس مکانا
علیا وهو الیوم الذی نجی الله
فیه ابراهیم من النار وهو
الیوم الذی انزل الله فیه
التوراة علی موسی وفیه
فدی الله اسمعیل من الذبح

الجوزی نے بروایت ابن عباس ذکر
کیا ہے اور اس میں (سلسلۂ روایت میں)
جبیب بن جبیب داخل ہے اور یہ
اس حدیث کی بڑی معیبت ہے کہ اللہ نے
بنی اسرائیل پر تمام سال میں ایک دن کا
روزہ فرض کیا ہے اور وہ عاشور کا دن
ہے جو محرم کی دسویں تاریخ ہے۔ پس
تم اس دن روزہ رکھا کرو۔ کیونکہ وہ
ایسا دن ہے کہ اللہ نے اس روز ادریسؑ
کو بلند مرتبہ دیا اور وہ ایسا دن ہے کہ
اس روز اللہ نے نوحؑ کو کشتی سے اتارا
اور وہ ایسا دن ہے کہ اس روز اللہ نے
توریت موسٰیؑ پر نازل کی اور اسی دن
اللہ نے اسمٰعیل کو فدیہ دیکر ذبح سے
بچالیا اور وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے
یعقوبؑ کی آنکھیں پھیر دیں اور وہ ایسا
دن ہے کہ اللہ نے اس دن یونسؑ کو

وهو اليوم الذى اخرج الله
يوسفؑ من السجن وهو اليوم
الذى رد الله على يعقوبؑ
بصره وهو اليوم الذى
كشف الله فيه عن ايوبؑ البلاء
وهو اليوم الذى اخرج الله
فيه يونسؑ بطن الحوت وهو
اليوم الذى فلق الله فيه
البحر لبنى اسرائيل وهو يوم الذى
غفر الله فيه لمحمد ذنبه ما
تقدم وما تأخر وفى هذا اليوم
عبر موسىٰ البحر وفى هذا اليوم
انزل الله التوبة على قوم
يونسؑ فمن صام هذا اليوم
كان كفارة سنة واول يوم
خلق الله من الدنيا يوم
عاشوراء واول يوم نزل المطر

اور وہ ایسا دن ہے کہ اس دن اللہ
نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور
وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے اُس دن
بنی اسرائیل کے واسطے دریا پھاڑ دیا
اور وہ ایسا دن ہے کہ اُس دن اللہ
نے محمد صلعم کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش
دیئے اور اس روز موسیٰ دریا سے
اُتر گئے اور اسی دن اللہ نے یونسؑ کی
قوم کی توبہ قبول کی۔ پس اس روز
جس نے روزہ رکھا تو چالیس برس کا
کفارہ ہوگیا۔ اور پہلا دن جو اللہ نے
دنیا میں پیدا کیا روز عاشورہ ہے۔
اور پہلا دن کہ آسمان سے مینہ برسا
روز عاشورا ہے پس جس نے عاشور
کے دن روزہ رکھا تو گویا وہ عمر بھر روزہ
ہی رکھتا ہے اور یہ نبیوں کا روزہ ہے
اور جو شب عاشور کو جاگتا رہا تو گویا

من السماء یوم عاشوراء فمن
صام یوم عاشوراء فکانما
صام الدھر وصوم الانبیاء و
من حیی لیلۃ عاشوراء فکانما
عبد اللہ مثل عبادۃ اھل
السموات السبع ومن صلی
اربع رکعات یقرء فی کل رکعۃ
الحمد مرۃ وخمسین مرۃ قل ھو اللہ
احد غفر اللہ لہ ذنوب خمسین
عاما ماضیۃ وخمسین عاما
مستقبلۃ وبنی اللہ لہ فی
الملاء الاعلی الف منبر من
نور ومن سقی شربۃ ماء
فکانما لم یعص اللہ طرفۃ

اس نے آسمانوں کے رہنے والوں
کے برابر عبادت کی اور جس نے ایسی چار
رکعت ادا کیں کہ ہر ایک میں سورۃ فاتحہ
ایکبار اور قل ھو اللہ پچاس بار پڑھے تو
اللہ اس کے پچاس برس آئندہ کے گناہ بخش
دے گا۔ اور اس کے لئے ملاء اعلیٰ میں نور
کا منبر بنا دے گا۔ اور جس نے ایک گھونٹ
پانی پلا دیا تو گویا اس نے کبھی اللہ کی نافرمانی
نہیں کی اور جس نے عاشور کے روز
مساکین کا پیٹ بھر دیا تو پل صراط
پر سے مثل چمکتی ہوئی بجلی کے گزر
جائے گا۔ اور جس نے کوئی چیز خیرات
کی تو گویا اس نے کسی سائل کو محروم
نہیں پھیرا اور جس نے روز عاشوراء میں

---

صوم :۔ روزہ کی طرح فاقہ کو بھی کہتے ہیں۔ یہ صوم حقیقتاً فاقہ ہے۔ یوم ذی مسغبۃ یعنی فاقہ کا دن۔ (سورۃ بلد) اور توریت کتاب الاحبار باب ۲۳۔ آیت ۲۶ و ۲۷۔ اما العاشر من ھذا الشھر السابع ھو یوم الکفارۃ محفلاً مقدساً یکون لکم تذللون نفوسکم۔ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ یوم کفارہ ہوگا۔ مقدس مجلس ہوگی۔ اور تم لوگ اپنے آپ کو غمزدہ بنائیو۔

عین ومن اشبع اهل بیت
مساکین یوم عاشوراء مر علی
الصراط کالبرق الخاطف
ومن تصدق بصدقة
فکانما لم یرد سائلا قط
ومن اغتسل یوم عاشوراء
لم یمرض الا مرض الموت
ومن اکتحل یوم عاشوراء
لم ترمد عیناه السنة کلها
ومن امر یده علی رأس
الیتیم فکانما بر یتامی ولد
آدم کلهم ومن عاد مریضا
یوم عاشوراء فکانما عاد
مرضی ولد آدم کلهم ذکره
ابن الجوزی فی الموضوعات
وقال رجاله ثقات فالظاهر
ان بعض المتاخرین وضعه

غسل کیا وہ سوا مرض موت کے
کبھی بیمار نہ ہوگا۔ اور جس نے عاشورہ
کے دن سرمہ لگایا تو تمام سال اسکی
آنکھیں نہ دکھیں گی اور جس نے یتیم
کے سر پر ہاتھ پھیرا تو گویا بنی آدم کے
تمام یتیموں کے ساتھ نیکی کی اور
جس نے عاشورہ کو کسی بیمار کی
عیادت کی تو گویا تمام بیماروں کی
عیادت کی۔ ان سب روایتوں
کو علامہ ابن جوزی نے موضوعات
(گھڑی ہوئی) روایتوں اور حدیثوں
کے سلسلہ میں روایت میں
ثقات کے نام ہیں۔ جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بعض متاخرین
نے (جو غالباً دشمنانِ اہلِ بیتِ
رسول تھے) گڑھ کے ان راویوں
کے سر منڈھ دی ہے۔

ملک العلماء قاضی القضاۃ شہاب الدین دولت آبادی' اپنی کتاب - ہدایۃ السعداء" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الجلوۃ السابع......

و در جامع وقت عصر عمر ملعون پسر سعد ابی وقاص بر شہرگ مبارک امام حسینؓ زین تیر زد از مرکب انداخت' یزیدیہ عصر گزارند و یکدیگر مصافحہ کردند و بعد از مغرب سر مبارک بریدند و یک دیگر مبارکبادی کردند۔ وچوں بانگ نماز مغرب گفتند ہمہ فرزندانِ حسینؓ در ذیل ایسادہ بودند و یزیدیہ نشستہ بودند لہذا در شنیدن بانگ نماز مغرب ایسادن اولی است و در مغرب اول رکعت سہ آیہ سورۂ فتح و در دوم اذا جاء خوانند' و مغرب را یزیدیہ آں روز تا خیر کردند تا آنکہ ستارگاں ظاہر شدند

جلوۂ ششم......

عصر کے وقت عمرو بن سعد نے امام حسینؓ کی شہرگ پر تیر مار کر گھوڑے سے گرادیا۔ اس کے بعد یزیدیوں نے نماز عصر پڑھی اور خوشی میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور مغرب کے بعد سر مبارک کو جدا کر کے قتلِ حسینؓ پہ ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

جب مغرب کی اذان دے رہے تھے تو اس وقت تمام اولادِ حسینؓ نیچے کھڑے ہوئے تھے اور یزیدی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس لئے مغرب کی اذان کے وقت کھڑا رہنا بہتر ہے اور یزیدیوں نے اپنی ظاہری

و با خونِ مبارک سرمہ کردند
و این ہنوز در شامیان شوم
از شعار ایشان شدہ است و
ما را این ہمہ مکروہ است ۔
فی التشریح یستحب تعجیل المغرب
لان تاخیرھا مکروہ لان
تشبیھۃ بالیزیدیہ لانھم
یصلون المغرب بتاخیرھا و
ایضا فی التشریح فی باب الحادی
والثمانین فی المصافحہ
قال الشیخ الامام ابوالقاسم
ویکرہ المصافحہ بعد العصر
والمغرب وکذلک الاکتحال
فی یوم عاشوراء لان
ذلک صار مذھب الیزیدیہ
وسنتھم وکانہ یودی
الی الاتھام بھم ۔

فتح پر مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ
فتح تین آیتیں پڑھیں اور دوسری
رکعت میں اذا جاء نصر اللہ کے
سورہ کو پڑھا ۔ اور اس دن یزیدیوں
نے مغرب کی نماز کو اتنی دیر میں
پڑھی کہ ستارے نکل آئے تھے
اور ان ملعونوں نے امامِ مظلوم
کے خونِ مبارک سے آنکھوں میں
سرمہ لگایا اور یہ چیز اب تک شامیوں
کے شعار میں داخل ہو گئی ہے
لیکن ہم لوگوں کے لئے یہ سب
باتیں ایسی ہیں جن سے بچنا چاہئیے
تشریح میں ہے کہ مغرب کی نماز جلد
پڑھنا چاہیئے کہ تاخیر کرنے میں
یزیدیوں کی مشابہت ہوتی ہے ۔
کیونکہ انھوں نے روزِ قتل مغرب
کی نماز دیر میں پڑھی تھی ۔ اور اسی

وفی دستور الحقائق
اختلفوا فی الاکتحال
یوم عاشوراء قال
بعضھم انہ مکروہ
وبہ افتی اکثر مشائخنا
قال الشیخ احمد ابو
القاسم کان الحسین
بن علی لما قتل اکتحل
یوم عاشوراء قاتلہ
شمر اللعین بدمہ للفرح
فاکتحل کل الجیش ثم
اذا اتوا براسہ الی عبید اللہ
بن زیاد اکتحل ابن زیاد
الملعون مع دمہ اوبا
لاثمدن لیقر عینیہ
وینظر الی الحسین القتیل
ثم اذا اتوا براسہ الی

اسی کتاب کے آٹھویں باب میں جو مصافحہ
کے بارے میں ہے لکھا ہے کہ شیخ جلیل امام
ابو القاسم کا قول ہے کہ مغرب وعصر کے
درمیان مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ اسی
طرح دسویں محرم کو سرمہ لگانا بھی مکروہ
ہے اس لئے کہ یہ یزیدیوں کی سنت
اور مذہب ہے۔ اور اس لئے بھی ممانعت
ہے کہ اس پر عمل کرنے کی وجہ سے (یزیدی)
ہونے کا اتہام لگ سکتا ہے۔ دستور الحقائق
میں ہے کہ دسویں محرم کو سرمہ لگانے کے بارے
میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مکروہ
ہے اور اکثر ہمارے مشائخ نے یہی فتوی دیا ہے
شیخ احمد ابو القاسم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے
کی ممانعت اس لئے ہے کہ جب امام حسینؓ
شہید ہوگئے تو حضرت کے قاتل شمر ملعون
نے مارے خوشی کے حضرت کے خون کا سرمہ
لگایا۔ اس کے بعد تمام فوج نے خون حسینؓ

يزيد بن معاوية
اكتحل بدمه المغسول
للفرح ثم الاكتحال
في يوم عاشوراء
صار شعارًا فيهم
وصار مذهبهم و
الاشتباه بشعارهم
مكروه في المذاهب
كلها وقال بعضهم
انه بدعة ابتدعه
اليزيديه وقال
بعضهم انه مندوب
لان النبي فعل ذلك
وقيل من قال ان النبي
فعل ذلك فهو غير
صحيح وفي الصراط المستقيم
الاكتحال يوم عاشوراء بدعة

کا سرمہ لگایا۔ اس کے بعد سر مبارک
کو لے کر عبد اللہ بن زیاد کے پاس آئے
تو اس نے بھی حضرت کے خون سے سرمہ
لگایا اثمد کا سرمہ لگایا تاکہ آنکھیں ٹھنڈی
ہوں اور حسینؑ مظلوم کو انہیں منحوس نگاہوں
سے دیکھے۔ اس کے بعد جب یزید کے پاس
دربار میں سر پیش کیا گیا تو اس ملعون
نے اثمد کا سرمہ لگایا بلکہ یہ بھی کہتے ہیں
کہ حضرت کے سر مبارک کو غسل دیا گیا تو
اور خون ملے ہوئے آب مغسول سے اس
شقی نے سرمہ لگایا۔ اس کے بعد عاشور
کے دن سرمہ لگانا یزیدیوں کا طریقہ اور
مذہب ہوگیا اور یزیدیوں کے طریقہ کے
ساتھ اشتباہ تمام مذاہبوں میں مکروہ ہے،
بعض کہتے ہیں کہ عاشور کے دن سرمہ
لگانا ایک ایسی بدعت ہے جس کو یزیدیوں
نے ایجاد کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے۔

ابتدعه قوم يزيد بن
معاويه في يوم قتل الحسينؓ
وفي القنيه وفتاوى
المطلوب يكره الكحل يوم
عاشوراء لان يزيد
بن معاويه اكتحل بدم
الحسينؓ وقيل بالاثمد
ليقر عينه بقتله وقيل الاكتحال
يوم عاشوراء سنة و
لما صار علامة المبغض
اهل البيت وجب تركه۔
في روضة العلماء الاكتحال
في يوم عاشوراء لا يجوز و
اشتجوا وقالوا لان الحسين
قتل يوم عاشوراء واكتحل
يزيد بن معاوية بدمه
وقال بعضهم بالاثمد

اس لئے کہ یزید نے لگایا تھا۔ لیکن
یہ صحیح نہیں غلط ہے۔ صراط مستقیم میں
بھی ہے کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا
یزیدیوں کی ایجاد ہے اور بدعت ہے۔
جنھوں نے خون حسینؓ سے سرمہ لگایا تھا۔
اور دُوسری کتابوں میں بھی یہی ہے۔ کہ
صحیح فتویٰ یہی ہے کہ عاشورے کے دن
سرمہ لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ یزید نے
خون حسینؓ سے سرمہ لگایا تھا۔ یہ بھی
کہتے ہیں کہ سرمہ اثمدی لگایا تھا تاکہ حضرت
کے شہید ہونے کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی
ہوں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عاشورے
کے دن سرمہ لگانا پہلے سنت تھا لیکن
جب عاشور محرم کے دن سرمہ لگانا
دشمنانِ اہلبیت کی علامت ہو گئی
تو اس کا ترک کرنا واجب ہو گیا روضۃ
العلماء میں ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ

لیقرعینہ و ینظر الی الحسین القتیل فکر ھوا بھذا۔ و نیز خدمت سید السادات سید جلال الحق والدین البخاری و سادات دیگر کہ علماء کبار و ابرار بودند در ہر عصر و دیار ے منع فرمودند بلکہ ہر کہ سرمہ سیاہ کردہ می آید چشم او می شویانندے پس اکتحال عاشورا کردن نشاید۔
ہدایۃ السعدا قلمی ص ۳۲۰ و ۳۲۱
(در کتبخانہ فردوس مآب)

لگانا نہیں جائز ہے اس لئے کہ جب امام شہید ہوگئے تو اس خوشی میں یزید نے حضرت کے خون سے سرمہ لگایا تھا تاکہ آنکھوں میں ٹھنڈک ہو۔ اور منحوس آنکھوں سے حضرت (کے سر کو) دیکھے۔ اس کے علاوہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الحق والدین بخاری اور دوسرے سادات کرام جو اپنے اپنے شہروں اور زمانہ میں زبردست علماء اور نیکو کار تھے یہ لوگ بھی عاشور کے دن سرمہ لگانے کو منع فرماتے تھے بلکہ اگر کوئی سرمہ لگا کر آتا تھا تو اُس کی آنکھوں کو دُھلا ڈالتے تھے۔ اس لئے دسویں محرم کو سرمہ نہ لگانا چاہیے۔

# واقعۂ کربلا پر گریہ و بُکا کرنا باعثِ ثواب و موجبِ بخشائش ہے

(۱)

حضرت مولانا شاہ محمد حسن میاں صاحب ابن حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب حنفی قادری پھلواری اپنی مشہور تصنیف "غمِ حسینؑ" میں تحریر فرماتے ہیں: صفحہ ۲ و ۳

سلامی چشم ہے رونے کو دِل بُکا کے لئے
زباں ہے وصفِ شہنشاہِ کربلا کے لئے

عاشورِ محرم کا عشرہ عموماً ہم مسلمانوں کے غم والم کے دِن ہیں۔ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ماہِ محرم سال کا پہلا مہینہ ہے اور اسی میں رنج و غم؟ ہاں صاحبو! اس کی ایک خاص اور تعجب خیز و درد انگیز وجہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ہی بعد خاص آپ کے اہلِ بیتِ اطہارؑ کے ساتھ آپ ہی کی اُمت کے ہاتھوں ایسا دردناک اور دل سوز واقعہ پیش آیا جس سے بڑھ کر ہم مسلمانوں کے لئے دُنیا میں کوئی مُصیبت کوئی صدمہ کوئی واقعہ نہیں ہو سکتا۔

کون سا واقعہ ؟ وہ جس کے ہیرو رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر فاطمہ زہرا علیہا السّلام کے نور دیدہ حسن مجتبیٰ علیہ السّلام کے قوتِ بازو سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السّلام ہیں۔ کون سا واقعہ ؟ مظلوم جگر گوشہ رسول الثقلین سیدنا امیرالمومنین امام حسین رضی اللہ عنہ کا اپنے تمام کُنبے کے لوگوں اور یار و انصار کے ساتھ وطن سے دُور دشتِ کربلا میں تین دن بھوکے پیاسے بڑے ظلم و ستم سے قتل کیئے جانا

صفحہ (۷) پر لکھتے ہیں یہ۔

صاحبو ! اِس جانکاہ صدمے سے بڑھ کر کوئی غم والم ہم مسلمانوں کے لئے ہو سکتا ہے ؟ ہر گز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاص کر جب ماہِ محرم آتا ہے تو یہ دلسوز واقعات ہمارے پیشِ نظر ہو کر ہمیں مغموم و محزون کر دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اِس سرتا سر مُصیبت کے واقعہ کو تیرہ سو برس ہوتے ہیں مگر آج بھی جس گھڑی یہ درد انگیز داستان یاد آجاتی ہے یا بیان کی جاتی ہے

تو خواہ مخواہ جی بھر آتا ہے۔ دِل کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آنکھیں بہہ چلتی ہیں۔ دل کانپ اُٹھتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو؟ واقعہ ہی ایسا ہے۔ جس کے سُننے سے دِل قابو میں رکھنے کا تحمل باقی نہیں رہتا۔

پھر صفحہ (۱۱) پر تحریر فرماتے ہیں:۔

اور مروی ہے (راحت القلوب) کہ جب حضورؐ نے جبرئیلؑ امین سے اس سانحہ قیامت خیز کی خبر سُنی تو پوچھا اے امین اللہ یہ تو کہو کہ اُس دن میں ہونگا؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا "نہیں" سرکارؐ نے پوچھا علی المرتضیٰؑ اُس دن زندہ ہوں گے؟ عرض کیا اُس دن وہ بھی نہ ہوں گے۔ آپؐ نے پوچھا "فاطمہؑ"؟ جبرئیلؑ نے کہا اُس دن وہ بھی نہ ہوں گی۔ حضورؐ روئے۔ اور فرمایا اے اخی جبرئیل جب ہم لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہوگا تو پھر ان غریبوں کا ماتم اور تعزیت کون کرے گا؟ (آہ) اُن کو روئے گا کون؛ جبریل امین نے فرمایا رسول اللہ یہ واقعہ ہوگا کہ آپ کی اُمت کے لوگ قیامت تک اُن مظلوموں کو روئیں گے۔ اور اُس دن (یومِ شہادت) آہوان دشتی (اُن کے غم میں) اپنے بچوں کو دُودھ نہیں پلائیں گے۔

پھر صفحہ ۶۶ سے صفحہ ۷۰ تک یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

مُسلمانو! یہ دردانگیز داستان ہے کہ سخت سے سخت دِل کیوں نہ ہو اِس واقعہ کو سُن کر ضرور بےچین ہو جاتا ہے۔ اور دو چار قطرے بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور یاد رکھیئے کہ سیدالشہداء پر رونا کسی طرح ضائع نہیں ہو سکتا۔ ملا مُبین لکھنوئیؒ نے اپنی کتاب (وسیلۂ نجات) میں مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث نقل کی ہے "جو آنکھیں امام حسینؑ کو روتی ہیں وہ جنّت میں اپنا ٹھکانا کر لیتی ہیں"۔ غنیۃ الطالبین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کئی ہزار فرشتے مقرر کئے ہیں کہ وہ سیدالشہداء کی ضریح مبارک پر رویا کرتے ہیں۔ اور ان کی شہادت پر حزن والم ظاہر کرتے ہیں"

"وسیلۃ النجاۃ" میں ایک حکایت لکھی ہے عمر بن لیث کو جو سلاطین خراسان سے تھا اور بڑا پہلوان اور قوی دولت تھا۔ اور فوج کثیر رکھتا تھا۔ جبکہ وہ مرگیا تو لوگوں نے پوچھا تمہاری آمرزش وبخشائش کا کیا سبب ہوا؟ اُس نے کہا ایک دن میں ایک پہاڑ پر تھا اور اپنی بےشمار فوج کا ملاحظہ کر رہا تھا۔ ان کی کثرت پر خوشی کے ساتھ مجھے یہ حسرت ہوئی کہ کاش میں اپنی اِس فوج کے ساتھ سیدالشہداء کے محاربہ کے دن آپ کے ساتھ ہوتا تو امامؑ کے دشمنوں سے خوب مقابلہ کرتا۔ اور اُن

پلیدوں کو خوب مارتا کوٹتا بس اسی حسرت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور مجھے جنت نصیب ہوئی۔ اور حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے۔ ان کے سامنے امام عالی مقام کی شہادت کا ذکر ہوا۔ وہ اس قدر روئے اور سر کو زمین سے دے مار کر سر پھٹ گیا اور انتقال فرما گئے۔ اسی رات کو لوگوں نے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا۔ انھوں نے فرمایا میں نے اہلبیتِ اطہار کی محبت میں جان دی تھی اِس لئے خداوند تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ اور میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہتا ہوں۔

ناظرین! اگر ان حدیثوں کو جو مسند امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ اور غنیۃ الطالبین میں مروی ہیں ضعیف اور موضوع کہا جائے تو ان سے قطع نظر کیجئے۔ مگر امام مظلوم پر رونا سنت تو ضرور ہے اِس سے تو انکار نہیں ہو سکتا۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جبرئیل امین نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و

---

[۱] یہ واقعہ اکثر تاریخوں میں ہے۔ چنانچہ منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی جلد اول صفحہ ۲۸۱ طبع کلکتہ میں بھی موجود ہے۔ اور مولانا وارث علی صاحب حنفی نے بھی اپنی کتاب "حادثۂ کربلا" میں بصفحہ ۲۰۸ مطبوعہ لامع نور آگرہ سنہ ۱۳۲۱ھ میں نقل کیا ہے ۱۲

آلہ وسلم کو امام والامقام کی شہادت کی خبر دی تھی تو آپ اُن کی مصیبت کا خیال کر کے روئے تھے۔ اور خوب روتے تھے۔ اور امّ سلمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خوابوں سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گریہ وزاری اور پریشانی کا ثبوت ہے۔ پھر کیونکر ہم مسلمان اس جانکاہ قصّہ کو سُن کر ضبط کر سکتے ہیں۔ خواہ مخواہ محزون و مغموم ہونا ہی پڑتا ہے۔ عاشورے کا دن بالخصوص اس قیامت خیز واقعہ کو یاد دلا دیتا ہے۔ دُنیا اور حصّہ کے اہلِ اسلام پر اس دن کا کیا اثر ہوتا ہے اس کو میں تفصیلی طور پر نہیں بتا سکتا۔ مگر ہندوستان کے بزرگان اور اولیاء اللہ کے احوال پر نظر کرتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے یہ حضرات اس دن اظہارِ غم کرتے آئے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ عاشور کے دن اس واقعہ کا ذکر کر کے "ہائے ہائے" کا نعرہ کرتے تھے۔ اور بیہوش ہو جاتے تھے۔ اور یہ بزرگان اس دن ساداتِ کرام سے تعزیت اور ماتم پُرسی کرتے تھے۔ اور علماء و مشائخین کی خدمت میں بھی تعزیت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرّہٗ کی بھی یہی حالت تھی۔ جیسا کہ آپ کے ملفوظ "مخ المعانی" میں ہے:-

" روزِ عاشورا سعادت زمیں بوس حاصل شد۔ خلق شہر بیشتر حاضر

حاضر بود و جماعتے از سادات نیز بہ بندگی موجود بودند حضرت مخدوم عظمہ اللہ روئے مبارک برآں سیداں آورد و فرمود امروز تعزیت خاندان شمار است ما ہمہ طفیل شمائیم بعد ازاں فرمود سبحان اللہ تعزیت خاندان شما ہمہ را واجب است انگاہ گفت کہ ہمچنیں گویند دراں روز کہ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ شہادت خواہند یافت شب آں بزرگے فاطمہ رضی اللہ عنہا در خواب دید کہ با جملہ زنان انبیاء دامن مبارک خود در کمر بستہ در دشت کربلا درآمدہ است و ہماں جا کہ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ خواہند افتاد جاروب می دہند و با آستین مبارک خود پاک می کنند پرسید انگاہ گفت کہ خاتونِ روزِ قیامت ایں چہ مقام است؟ گفت حسین غریب ما سرایں جا خواہد نہاد[1] انگاہ گفت کہ نقل است کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں ایں قصہ از جبرئیل شنید پرسید کہ چوں میان ما کسے نباشد تعزیت ایشاں کہ دارد۔ گفت یا رسول اللہ امتیان تو برائے فرزندانِ تو تعزیتہا کنند و ماتم دارند کہ صفت آں نتواں کرد۔"

اور حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی قدس اللہ سرہ کی یہ حالت کی کہ محرم کا چاند دیکھ کر وہ بیقرار ہو جاتے تھے اور گریہ وزاری میں

---

[1] یہ واقعہ ہدایۃ السعداء ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی میں بھی موجود ہے۔

مصروف ہو جاتے تھے اور رسم عاشوری برپا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمام اکابر سادات کا یہی طریقہ ہے اور ذکر مقتل پڑھتے تھے اور اس پر رونے کو ثواب فرماتے تھے۔

لطائفِ اشرفی میں اُن کے احوال میں لکھا ہے کہ "رسم عزا برپا می داشت چنانچہ لباس رعونت در تن عشرہ نمی پوشیدند و اسباب عیش و شادی ترک می کردند[1]

اور حضرت شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پنڈوی قدس سرہ کے احوال میں بھی یہی لکھا ہے کہ دس دن محرّم کے وہ برابر گریہ وزاری کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے :۔

"طرفہ وے باشد کہ در ماتمِ خاندانِ رسولؐ و جگر گوشگانِ بتولؓ نہ گرید و عزائے او ندارد۔ سبحان اللہ چہ نیاز است ؎

کسے کہ در چنیں ماتم نہ گرید
دل آنکس مگر از سنگ باشد

اور حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز" آپ بھی محرّم میں گریہ وبکا میں مصروف رہتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے ملفوظات سے ظاہر ہے۔

---

[1] لطائفِ اشرفی لطیفہ پنجاہ دیکم صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰ طبع نصرت المطابع دہلی۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو ساتویں آٹھویں صدی اسلام میں گزرے ہیں، ان کے بعد بھی برابر یہی دستور رہا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبارالاخیار میں فرماتے ہیں کہ احمد شیبانی قدس سرہ اور دیگر بزرگوں کا بھی یہی دستور رہا ہے اور عاشورہ کے دن وہ لوگ کھانا سادات کے گھر لے جاتے تھے اور گریہ وزاری کرتے تھے۔ اور شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے دیار (اطرافِ دہلی) میں یہ قدیم دستور ہے کہ عورتیں بروز عاشورا مجتمع ہوکر گریہ وزاری کرتی ہیں۔

اور سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ پر بھی عشرۂ محرم کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ الغرض یہ حزن والم محرّم میں صوفیوں کے یہاں ہمیشہ سے معمولات سے ہے۔ اور ہمارے خاندان میں تو اہلبیتؑ کی محبت گھٹی میں پڑی ہے۔ مجھے اپنے خاندان کے معمولات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ادنیٰ اثر اس کا یہ ہے کہ میں یہ کتاب اسی داستانِ غم افزا و حادثۂ رُوح گزا کے متعلق قوم کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور اس غم میں رونے رولانے کو ثوابِ عظیم جانتا ہوں اور عشرۂ محرم میں ذکرِ اہلِ بیت کے سوا دوسرا ذکر نہیں کرتا ہوں۔ جیسے کہ میرے حضرت قبلہ والد ماجد صاحب مدظلہ العالی (یعنی مولانا شاہ محمد سلیمان حنفی قادری چشتی سجادہ نشین پھلواری شریف) کا معمول ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے قبول کرے اور موالیانِ اہلِ بیت میں مشہور کرے۔ آمین!

"اللھم صلی علی نبینا محمد سید الثقلین ما دمعت العیون علی الحسین"۔

"اے خدا تو اس وقت تک رحمت نازل کر ہمارے بنی محمدؐ پر جو سردار ہیں جن و انس کے جب تک کہ آنکھیں امام حسینؑ پر روتی رہیں"۔

(۲)

"انیس الذاکرین" مصنفہ مولانا مہدی علی حنفی ص۱۵۰ مطبوعہ مظہر العجائب پریس مدراس میں ہے کہ "جو حسینؑ پر رونے رلانے والا ہوگا۔ واجب ہوگی اُس پر بہشت اور شاد و خرم ہوگا دونوں جہان میں"۔

(۳)

مولانا نصر اللہ صاحب حنفی اپنی کتاب "دہ مخزن" میں لکھتے ہیں:۔

"رونا اور غمگین ہونا شہادت اور اہل بیت پر موجب ثواب اور ترقی درجات اور باعث کفارۂ سیئات اور علامت رحمت و دلیل شفقت ہے"!

(۴)

"تقریر الشہادتین" مولانا وارث علی سیفی الحنفی میں ص۵۱ و ص۵۲ پر ہے

(طبع نولکشور پریس کانپور ۱۸۸۸ء)

یارو غم شبیرؑ میں تم اشک بہاؤ — اور نامۂ اعمالِ سیہ کو بھی مٹاؤ
بزم غم شبیرؑ میں اخلاص سے آؤ — اور اجر تم اس رونے کا اللہ سے پاؤ

جو شخص کہ اس غم میں دل و جان سے رویا
وہ قبر میں آرام سے اور چین سے سویا

اس غم کا بڑا اجر احادیث میں آیا
جنّات نے آنکھوں سے لہو اپنا بہایا
نوحہ بھی اسی غم میں خلائق کو سنایا
حیوانوں نے گریہ سے ہے اک شور مچایا

افلاک و زمیں آج تلک روتے ہیں دیکھو
اس غم سے ملک غرقِ الم ہوتے ہیں دیکھو

یہ غم وہ ہے جس سے کہ لہو روتے ہیں پتھر
خون جاری ہوا دیدۂ افلاک سے یکسر
شمس و قمر و اہلِ فلک انجم و اختر
سب اس جانکاہ سے غم میں ہیں برابر

اس رنج سے عالم کا عجب رنگ ہوا ہے
جو شخص ہے اس غم سے وہ دل تنگ ہوا ہے

کس طرح بیاں کیجئے سیفی غمِ شبیرؑ
انسانوں میں تو ہرگز بھی نہیں طاقتِ تحریر
کچھ کام یہاں کرتی ہے تقریر نہ تحریر
یہ حق سے دعا مانگ کہ اے مالکِ تقدیر

میرا غمِ شبیرؑ سے معمور رہے دل
اس نور سے تا حشر یہ پُر نور رہے دل

پھر صف۶۰ پر فرماتے ہیں:-

سنو بیانِ غمِ سبطِ مصطفےٰ رو دو
سنو بیانِ غمِ شاہِ کربلا رو دو
یہ غم وہ ہے کہ فلک جن سے خون رویا ہے
تمہیں ضرور ہے اے صاحبِ عزا رو دو

رسولؐ روئے ہیں اس غم سے مرتضیٰ روئے — بلند نالۂ محزوں بکرد زار روؤ

وہ کون ہے کہ نہیں جس کا سینہ چاک ہوا — وہ کون دل ہے جو اس سے نہیں پھٹا روؤ

جو عمرِ نوح ملے رونے کو تو ہم روئیں — کہ یہ الم نہیں رکھتا ہے انتہا روؤ

جگر کو خون کرو اس غم سے دلکو پارہ کرو — ہزار دل سے کرو گریہ و بکا روؤ

یہ غم وہ ہے کہ جگر فاطمہؓ کا چاک ہوا — وہ آج تک ہیں اسی غم میں مبتلا روؤ

جو ایک قطرہ بھی آنسو کا آنکھ سے نکلا — تو سمجھو ہو گئے مقبولِ کبریا روؤ

مصائب اہلِ حرم کے لکھوں میں کیا سیفی
بس اس قدر یہاں کرتا ہوں اکتفا روؤ

صفحہ ۸۷ پر ہے :-

اس غم سے ہوا قلم جگر چاک — کرتے ہیں جگر کو سب بشر چاک

اس غم سے آسمان رویا — اس غم سے ہے سب جہان رویا

ہے کون جسے یہ غم نہیں ہے — حسینؓ کا غم یہ کم نہیں ہے

اس غم سے ملائکہ ہیں مضطر — جنات ہیں اس سے خاک بر سر

یہ غم تو ہے سب جگہ سمایا — اس غم نے مقام سب میں پایا

محزوں اس غم سے ہیں بہائم — کرتے ہیں غم حسینؓ دائم

جس کو یہ غم و الم نہیں ہے — حیوانوں سے بس وہ کم نہیں ہے

راحت جس کو ہو اپنی منظور — اس غم کو کرے نہ اک دم دور

اِس غم سے جو چُور چُور ہو گا عقبیٰ میں اُسے سُرور ہو گا

تم کو لازم ہے اے عزیزو اِس غم سے جُدا نہ ایکدم ہو
حسنینؑ کا غم نہیں خوشی ہے عُقبیٰ کے غموں سے مخلصی ہے
اللہ نے کی جسے ہدایت ہے اُس کے نصیب یہ سعادت

جب تک رہے تن میں جان سیفی
یہ غم رہے میہمان سیفی

صفحہ ۹۷ پر فرماتے ہیں :۔

یہ حدیثیں مستند ہیں ان کو اے یارو سنو دل کو اپنے تم غم حسنین سے محزون کرو
یہ بیاں وہ ہے سُنا جس نے نہ آئی اسکو تاب فرطِ غم سے ہو گیا سینہ جگر اُسکا کباب
پتھروں کا دل بھی اِس مضموں سے پانی ہوا جو غم حسنینؑ میں رویا وہ لاثانی ہوا
گر غم شبیرؑ اپنی قبر میں لے جاؤ گے بعد مرنیکے مزا رونے کا اپنے پاؤ گے

جیتے جی دُنیا میں اِس غم سے رہے گا جو ملول
ہاتھ میں محشر میں ہو گا دامنِ آلِ رسولؐ

مولانا کی دو رباعیاں بھی قابلِ ملاحظہ ہیں۔ صلا :۔

رباعی

شبیرؑ کے غم میں جو نہ رویا ہو گا سب عمر کو اس نے مفت کھویا ہو گا
اِس غم سے جو محزوں نہ ہوا دُنیا میں وہ قبر میں چین سے نہ سویا ہو گا

## رُباعی

شبیرؑ کا غم نہیں یہ ہے عینِ سرور — دنیا کے غم والم کر دیتا ہے دُور
روؤ اس غم میں جب تلک جیتے رہو — مرنے کے بعد ہے جو ہنسنا منظور

(۵)

مولانا محمد نعیم صاحب امام جامع مسجد سیتا پور اپنے رسالہ "شہادتِ حسینؓ" کے صفحہ ۴ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"اے گدایانِ کوچۂ محمدی اور اے فدایانِ روئے احمدی جانو اور آگاہ ہو کہ ذکر کرنا رسولِ مقبول اور اولادِ بتولؓ۔ اور صحابہؓ مقبول کا باعثِ حسنات اور موجبِ برکات ہے۔ اور ایسے نبی کا ذکر جس نے ہم گنہگاروں کو دوزخ سے بچایا اور اپنی شفاعت کا امیدوار بنایا۔ بہرحال وسیلۂ نجات ہے علی الخصوص شہزادۂ کونین حضرت امام حسینؓ کی محبت باعثِ حصولِ حاجاتِ دنیا اور موجبِ درجاتِ عقبیٰ ہے۔ خوشحال اُن مسلمانوں کا جو آپ کا حال سُن کر اشک بہائیں اور شب و روز آپ کے نام پر جان و مال لٹائیں۔ بعض حضرات سیدنا امام حسینؓ پر رونے پر بڑی ناراضگی و خفگی کا اظہار کرتے اور لکھتے ہیں۔ اور بڑا اعتراض کرتے ہیں کہ غمِ حسینؓ پر رونا اور آنسو بہانا اور بُکا کرنا اور صدمہ سے آہ یا ہائے وائے کرنا بے صبری اور حرام و ممنوع ہے اور اس صدمہ میں

فرطِ محبت اور کثرتِ غم سے مرجانا یا جاں بحق تسلیم ہونا خودکشی ہے۔
اِن لوگوں کا یہ قول تو میری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اِس لئے کہ عُلمائے
کرام وصوفیائے عظام واکابرِ اُمّت ومحققِ اہلِ سنت برابر اِس
واقعہ پر روتے چلے آئے ہیں اور اِس کو سعادت وثواب جانتے ہیں"۔

---

اِسی طرح "گریہ" اِمام پر روایاتِ صحیحہ سے استدلال کرتے ہوئے
مولانا ارشاد فرماتے ہیں :۔
"اِن تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ رونا حرام اور نادرست نہیں ہے
تو پھر حضرت امام حسینؑ کے غم میں آنسو بہانا اور گریہ کرنا کیوں حرام وممنوع
ہوگا۔ شیعہ سنی علمار متفق طور پر اِس مظلومانہ شہادت پر آنسو بہاتے ہیں"
(شہادتِ حسینؑ صفحہ ۵ طبع یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ)

(۶)

مولانا محمد اکرام الدین صاحب نبیرۂ مولانا شاہ عبدالحق صاحب
دہلوی اپنی کتاب "سعادالکونین فی فضائل الحسنینؑ" کے صفحات ۱۳۳
لغایتہ ۱۳۷ میں بسلسلۂ "جوازِ گریہ ومرثیہ" تحریر فرماتے ہیں :۔
"واضح ہو کہ اِس قسم کے مرثیے جن کا ذکر اوپر ہوچکا اُن کا کہنا
اور پڑھنا بالاتفاق جائز ہے کچھ مضائقہ کی بات نہیں۔ غنیۃ الطالبین میں

جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر جس روز کہ وہ شہید ہوئے ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور اس دن سے برابر گریہ کرتے ہیں اور قیامِ قیامت تک یوں ہی گریہ کرتے رہیں گے غنیتہ الطالبین کی دوسری روایت میں حمزہ نامی فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ امام حسینؑ کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ پس روایتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اس طرح کا رونا اور مرثیہ پڑھنا جائز ہے ـــــ محبِ اہل بیتؑ کو مناسب ہے کہ کتبِ معتبرہ سے آپ کے اقوال دریافت کر کے حزن والم میں دو چار گھڑی دیدہ تر کرے۔ ہاں بے اختیار گریہ کا غلبہ موجبِ ثواب ہے مسلمانوں کو لازم ہے کہ فرقۂ ناصبیہ متعصبہ کی مزخرفات بدعتوں سے جو اہل بیت کرام سے سخت دشمنی رکھتے ہیں اور سیدِ مظلوم امام مغموم کی شہادت کے دن عید جیسی خوشیاں مناتے ہیں پرحذر رہے۔ اس دن زینت و آرائش، جیسے بالوں پر خضاب کرنا۔ سُرمہ لگانا۔ نئے کپڑے پہننا۔ پر تکلف کھانے عید کے دن کی طرح پکا کر گھر گھر تقسیم کرنے سے پرہیز کرے۔"

("سعادت الکونین فی فضائل الحسنین صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۷ مطبوعہ افضل المطابع دہلی ۱۳۱۱ھ)

(۷)

مولانا حافظ مفتی محمد ہادی علی خاں صاحب حنفی لکھنوی نے "وہ مجلس

شہادت" تصنیف فرمایا ہے جو ۱۹۱۳ء میں باہتمام مولانا محمد برکت اللہ صاحب فرنگی محلی، مطبع انصاری فرنگی محل لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔ اِس میں مولانا بہ سلسلۂ شہادت امام حسنؑ تحریر کرتے ہیں :۔

" اور محمد اسحاق نے بسند لکھا ہے کہ (بعد شہادت امام حسنؑ) سب مرد اور عورتیں سات دن تک نوحہ کرتی رہیں۔ اور ہاشمیہ عورتوں نے ایک ماہ کامل آپ پر نوحہ کیا اور ایک سال سوگ رکھا۔ یعنی زینت کو ترک کر دیا۔" چونکہ یہ امور محبت پر متضمن ہیں اور محبت اہلِ کسا کی فرضِ عین ہے اور سببِ حصولِ قربِ خدا ہے اِس وجہ سے ان کے لئے ایسے امور جائز ہیں۔ ما و شما کے واسطے نا درست ہیں اس وجہ سے کہ ما و شما کی محبت اللہ سے جُدا کرتی ہے۔"

(مجلس دوم ص۴۳)

مولانا کی تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محبانِ خاندانِ رسالت کا غمِ اہلبیت میں ترکِ زینت کرنا، نوحہ کرنا اور سادات و مومنات کا سوگ رکھنا یہ سب اُمور جائز ہیں بلکہ علامتِ محبت و مودت ہے۔

اسی طرح مولانائے موصوف مجلسِ سوم کے صفحہ ۸ پر بسلسلۂ جوازِ گریہ تحریر فرماتے ہیں :۔

" اس وقت تک مقتلِ امامِ مظلوم کی خاک کے دانہائے

تسبیح بنے ہوئے بعض جا موجود ہیں آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہفتم ماہ محرم
ان میں سُرخی[۱] پیدا ہوتی ہے اور یوم عاشورہ کو کہ آلِ عبا کی مصیبت کا دن
دوپہر تک سُرخی ان میں بڑھتی ہے اور دانے مثل مونگے کے ہو جاتے ہیں
اور بعد زوالِ آفتاب سُرخی کم ہونے لگتی ہے۔ بتدریج پھر اپنے اصلی رنگت
آجاتی ہے۔ یہ ایک جلی کرامت ہے امام عرش مقام کی کھلی دلیل ہے
امام علیہ السّلام کی شہادت جہریہ پر۔ اور جب اس مصیبت کے دِنوں کے
عود کرنے پر مٹی پر کہ جو ایک جماد ہے بسبب تعلق امام علیہ السّلام یہ اثر
غم پیدا ہوتا ہے تو وہ انسان جن کو تعلقِ غلامی اور ارادت و محبت مولائے
مظلوم کے ساتھ ہے ایامِ عزا میں اُن کے دِلوں میں کیوں نہ غم و درد تازہ ہو
اور ان ایام کو کیوں نہ ایام غم و مصیبت سمجھیں ؎

کیا مزے کا غم ہے غم شبیرؑ کا
ہے نتیجہ جس کا راحت بعدِ مرگ

---

[۱] اس قسم کی تسبیحیں ہندوستان میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ علاوہ بنارس؟ امروہہ
وغیرہ کے ایسی[۲] تسبیحیں پٹیالہ کے قریب سامانہ میں بھی ہیں۔ چنانچہ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۶ء کے "اخبار
اسٹیسمین" کے سنڈے ایڈیشن میں اِن تسبیحوں کی تفصیلات شائع ہوئی ہے اس مضمون کا عنوان یہ ہے
"معجز نما تسبیحیں" یہ مضمون انگریزی میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔
"پٹیالہ کے قریب موضع سامانہ میں چند تعجب انگیز تسبیحیں ہیں جو ہر سال عشرۂ محرم کے دن بارہ[۱۲] اور چالیس

اور مصیبت آلِ عبا خصوصاً مصائب سید الشہداء پر مغموم ہونا اور گریہ کرنا سنت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ سیدِ عالم نے جب خبر مصائب اہلبیتؑ کی دی ہے مغموم ہوئے ہیں اور گریہ بھی فرمایا ہے۔"

پھر اسی مجلس میں صفحہ ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں :-

• جب مصائب خامس آلِ عبا سید الشہداء علیہ السّلام سے آسمان و زمین میں حزن و غم کا اثر پہنچا اور وہ خون روئے تو ہم اہلِ اسلام جو مامور ہیں اہلبیتِ نبوت کے ساتھ محبت کے کیوں نہ مغموم ہوں اور نہ روئیں مصائب ابنِ رسول اللہ پر۔ اور رونا مجرد اپنے اقربا اور احباب پر بھی تو شرعاً جائز نہیں ہے۔ . . . . . اور نیز محبت اہلبیت نبوت عین محبت نبیؐ ہے۔ اور محبت رسولؐ عین ایمان ہے۔ اور گریہ ان کے مصائب پر کھلی ہوئی علامت ہے ان کی محبت کی۔ پس گریہ اس غم میں علامتِ ایمان ہوا۔ پھر کیونکہ

---

(حاشیہ گزشتہ) کے درمیان یعنی مابین ظہر و عصر مثل خون کے سُرخ ہو جاتی ہیں۔ یہ تسبیحیں خاکِ کربلا کی ہیں۔ جہاں حسینؑ شہید و دفن ہوئے ہیں۔ ان میں کی ایک تسبیح ایک نائی کے پاس ہے اس میں سو دانے ہیں جن کا اصلی رنگ بھورا ہے لیکن یہ اپنا اصلی رنگ بدل دیتی ہیں۔ اور دانے مثل خون کے سرخ ہو جاتے ہیں بقیہ دو تسبیحیں ایک دوسرے شخص کے پاس ہیں جو وہیں کا رہنے والا ہے جن میں سے ایک تسبیح کے بہتر دانے اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور دوسری تسبیح کے بیس یا بائیس دانے سُرخ ہو جاتے ہیں (بقیہ صفحہ ۹۲ پر)

ممنوع ہو سکتا ہے۔ بلکہ رونے والا ضرور مستحقِ اجر ہے“۔

پھر اسی صفحہ ۱۳ پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

” پس جو شخص مصائب ابنِ رسول اللہ پر کہ پارۂ جگرِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں گریہ کرے گا کیسا کچھ باعثِ رضامندی رسولِ اکرم صلعم اور ذکر جناب سید الشہدا رخواہ ذکر فضائل و کمالات ہو خواہ ذکر مصائب ہو۔ بیشک عبادت ہے اور منافع کثیرہ کو شامل ہے“۔

اس کے بعد صفحہ ۱۵ و ۱۶ پر مولانا تحریر فرماتے ہیں:۔

” . . . . . جب ذکر اولیاء اللہ میں یہ منافع ہیں تو امام عرش مقام کہ سید اولیاء ہیں اُن کے ذکر میں کیا کچھ منافع ہوں گے۔ اور اگر ذکرِ امام نظم ہو بشرطیکہ روایات صحیحہ ہوں اور مبالغہ شاعری سے کہ وہ کھلا ہوا کذب ہے اور بہتان ہے خالی ہو کچھ مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ صحابہؓ اور اہلبیتؑ

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) اُن کے دانے اصل میں ہلکے سبز رنگ کے ہیں لیکن رنگ بدلنے کے بعد اُن کا رنگ بالکل خون کے ایسا ہو جاتا ہے۔ معتقدین کی ایک بہت بڑی تعداد اُن کی ہر سال زیارت کرتی ہے، اور لوگوں نے تحقیق کرنے کے بعد اس کی شہادت دی ہے کہ اس میں واقعیت کو دخل ہے۔

(The Sunday Statesman, Vol. IV. No. 156 Delhi. Sunday March 28, 1937, P. 14. Col: 6.

نے فراقِ رسالت مآبؐ میں اشعار پر درد موزوں کیے ہیں اور اسی کا نام مرثیہ رکھا ہے۔ اور مصائب امام کا یاد کرنا اور اِنّا للہِ و انّا الیہ راجعون پڑھنا باعثِ اجر ہے۔ ابنِ تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ مسند امام احمد اور سننِ ابنِ ماجہ میں بسند فاطمہ بنتِ حسینؑ یعنی امام علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ صغرا سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہو پھر اپنی مصیبت کو یاد کرے اگرچہ اس کو بہت مدت گزر چکی ہو پھر از سرِ نو اُس پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اجر دے گا اس کے اجر کے برابر جس روز اُس پر مصیبت پڑی تھی۔ ابنِ تیمیہ بعد بیانِ روایت لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا اس حدیث کو روایت کرنا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغرا کا جو امام علیہ السّلام کی شہادت میں حاضر نہ تھیں اس حدیث کو بیان کرنا یہ بات سمجھاتا ہے کہ امامِ مظلوم علیہ السّلام کی مصیبت کو یاد کرنا چاہیے اگرچہ اُس کو بہت زمانہ گزر گیا ہو اور انا للہِ و انا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے۔ ابن تیمیہ نے اس واسطے لکھا ہے کہ چونکہ یہ مصیبت آنحضرت کے پارہ ہائے جگر پر ہے پس در حقیقت حضور کی ذاتِ اقدس پر ہے اور ہمارے آقا پر اور آقا زادوں پر یہ مصیبت ہے تو فی الواقع ہم لوگوں پر بھی ہے۔ موافق حدیث شریف کے ہم کو یاد کرنا چاہیے"۔

(۸)

کتاب وسیلۃ النجاۃ ملا مبین فرنگی محلی کے ص۳۰۵ میں ہے (مطبوعہ مطبع گلشنِ فیض لکھنؤ ۱۳۱۳ھ)

| | |
|---|---|
| وفی مسند احمد بن حنبل من دمعت عیناہ بقتل الحسین دمعۃ وقطرت قطرۃ بؤاہ الجنۃ | مسندؔ امام بن حنبل میں ہے کہ جو شخص امام حسینؑ پر آنسو بہائے یا صرف ایک قطرہ ٹپکے تو خداوندِ عالم اُس کو جنت عطا کرے گا۔ |

(۹)

علامہ ابو بکر بن شہاب الدین الحضرمی اپنی کتاب رشفۃ الصادی من بحرِ فضائل النبی الہادی (مطبوعہ مطبع اعلامیہ قاہرہ مصر ۱۳۰۳ھ کے ص۴۷ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| وعلی الحسین بن علی رضی اللہ | امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمارے |

---

لہ اس روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل کے حوالے متعدد کتابوں میں ملتے ہیں۔ مگر مسند کے مطبوعہ نسخہ میں اس کا وجود نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ قدیم قلمی نسخوں میں موجود ہو اور بوقت طبع کارپردازان اشاعت کی دست بُرد سے حذف ہو گئی ہو۔

عنها قال من دمعت عيناه قطرة آتاه الله وفی روایة بوأه الله الجنة اخرجه احمد فی المناقب۔

مصیبت پر آنسو بہائے یا آنکھوں سے ایک قطرہ ٹپکائے خدا اس کو جنت کرامت کرتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد حنبل نے کتاب المناقب میں درج کیا ہے۔

(١٠)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف ملا علی قاری جلد ٥ صفحہ ٦٠٤ (مطبوعہ میمنیہ مصر ١٣٠٩ھ) میں ہے:۔

اخرج احمد فی المناقب عن الربیع بن منذر عن ابیہ قال کان حسن بن علی یقول من دمعت عیناہ فینا دمعة او قطرة عیناه فینا قطرة اتاہ اللہ عز وجل الجنة۔

امام احمد بن حنبل مناقب میں اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام حسنؑ نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر آنسو بہائے یا یا ایک قطرہ بھی آنسو کا نکلے تو خداوند عالم اُس کو جنت عطا کرے گا۔

اس حدیث کو علامہ حافظ محب الدین الطبری نے اپنی کتاب ذخائر العقبیٰ فی مودۃ اہل القربیٰ" میں ذیل عنوان" من توجع لا ھل البیت رضی اللہ عنہ درج کیا ہے۔ اور علامہ محمد سخاوی تلمیذ عسقلانی نے اپنی کتاب" الاستجلاب ارتقا الغرب بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف" میں اور

علامہ محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری المدنی نے اپنی کتاب "الصراط السواسی فی مناقب آل النبی المصطفیٰ" میں اور علامہ ابو عطا احسن الزمان الترکمانی حیدر آبادی نے بھی اپنی کتاب "ماتم الثقلین فی شہادۃ علی والحسنین" میں روایت کیا ہے اور ہر ایک نے مناقب احمد بن حنبل سے اخراج کیا ہے۔

(۱۱)

شیخ الاسلام قسطنطنیہ الشیخ سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب "ینابیع المودۃ" جلد دوم میں ایک خاص باب فضائل گریہ کے متعلق قرار دیتے ہیں۔"

الباب الثانی والستون وذکر الاحادیث الوارِدۃ علی کثرۃ ثواب من بکی علی الحسین و اھل بیتہ۔

(باب باسٹھواں) اُن احادیث کے ذکر میں جو امام حسینؑ و اہل بیت پر گریہ و بکا کرنے والوں کے کثرتِ ثواب کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

ینابیع المودۃ جلد دوم صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ قسطنطنیہ سنہ ۱۳۰۲ھ میں ہے۔

(الف) عن الباقر علیہ السلام قال کان ابی علی بن الحسین علیہ السلام یقول ایما مومن دمعت عیناہ بقتل الحسین دمعۃ حتی

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مومن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں شہادت امام حسینؑ پر اور

يسيل على خديه بوأه الله الجنة غرفا وايما مؤمن دمعت عيناه دمعا حتى يسيل على خديه لاذى مسنا من عدونا بوأه الله مبوء صدق وايما مؤمن مسه اذى فينا فدمعت عيناه حتى يسيل دمعه على خديه من مضاضة ما اوذى فينا صرف الله عن وجهه الاذى وآمنه يوم القيمة من سخطه ومن النار۔

(ب) عن جعفر الصادق عليه السلام قال من ذكرنا او ذكرنا عنده فخرج من عينيه دمع مثل جناح بعوضة غفر الله ذنوبه ولو كانت مثل زبد البحر۔

رخسار پر بہ آویں تو خداوند عالم اس کے عوض اس کو جنت میں ایک غرفہ عطا فرماتا ہے اور جس مومن کے آنسو جاری ہوں اور رخسار پر بہ آویں ہماری مصیبتوں کے اوپر جو ہمارے دشمنوں سے ہم پر پہنچے ہیں تو خدا اُس کو منزلِ صدق کرامت کرتا ہے اور جو شخص ہماری اُن مصیبتوں جو ہم کو دشمنوں سے پہونچی ہیں آنسو بہائے اور ایک قطرۂ اشک بھی رخسارے تک پہونچے تو خداوند عالم اذیت کو اس سے برطرف کریگا۔ اور قیامت کے دن اس کو اپنے غضب اور عذابِ دوزخ سے محفوظ رکھیگا۔

(ب) حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری مصیبتوں کا ذکر کرے یا اس کے سامنے بیان کیا جائے پس اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے اگرچہ وہ پر پشہ کے برابر ہو تو خداوند عالم (اپنے لطف و کرم) اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اگرچہ وہ گناہ مثل سمندر کے پھین کے ہوں۔

مودۃ القربیٰ سید علی الہمدانی - المودۃ الحادیہ عشر فی فضائل فاطمۃ الزہراؑ صفحہ ۲۸ (مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۰ھ) میں ہے۔

عن علی علیہ السلام عن رسول اللہ صلعم قال اذا کان یوم القیامۃ نادی منادی من بطنان العرش یا اھل القیامۃ اغمضوا ابصارکم لتجوز فاطمۃ بنت محمد مع قمیص مخضوب بدم الحسینؑ فتحتوی علی ساق العرش فتقول انت عادل اقض بینی وبین من قتل ولدی فیقضی اللہ لبنتی ورب الکعبۃ ثم تقول اللھم اشفعنی فیمن بکی علی مصیبۃ فیشفعھا اللہ فیھم

حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے فرمایا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل قیامت اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہؑ بنت محمدؐ مع حسینؑ کے خون آلود کرتے کے عرصۂ قیامت کے گزر جاویں پس فاطمہؑ عرش کا پایہ پکڑلیں گی اور فریاد کریں گی کہ اے جبار اے عادل میرے اور میرے فرزند حسینؑ کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ کر، اس پر خداوند عالم میری بیٹی کے موافق فیصلہ فرمائیگا۔ پھر فاطمہ درگاہ رب العزت میں عرض کریں گی خداوندا ان لوگوں کے حق میں جو میرے فرزند حسینؑ کی مصیبت پر روتے تھے میری شفاعت قبول کرے گا اور حسینؑ پر گریہ وزاری کرنیوالے بخش دیئے جائیں گے۔

(۱۳۰)

"نور العین فی مشہد الحسین" تالیف امام ابو اسحاق اسفرائینی [1] (مطبوعہ بمبئی) آخر کتاب میں فضیلتِ گریہ میں یہ حدیث منقول ہے:۔

قال الصادق ان شهر المحرم کانت الجاهلية يحرّمون فيه القتال فاستحلت فيه دماءنا وانتهب مالنا وتهتكت فيه حريمنا ولم يبق فيه حرمة لنا ان يوم عاشوراء حرق قلوبنا واسبل دموعنا وارض كربلا اورثتنا الكروب والبلاء فعلى مثل الحسين فليبك الباكون فان البكاء عليه يمحى الذنوب ايها المؤمنون

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ماہِ محرم میں جاہلیت کے زمانے میں کفار بھی جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے لیکن (مسلمانوں نے) اس ماہِ حرام میں ہمارے خون کو حلال کر دیا۔ ہمارے مال کو لوٹ لیا۔ ہماری حرمت کو برباد کیا۔ ہماری کوئی حرمت نہیں کی گئی۔ عاشور محرم کو ہمارے قلوب غم سے جلتے ہیں آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ کربلا کی زمین نے کرب و مصیبت کو ہمیں ورثہ میں دیا ہے رونے والوں کو چاہیئے کہ حسینؑ پر روئیں اس لئے کہ حسینؑ پر رونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔

---

[1] یہ حدیث شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب ہدایۃ السعداء میں بھی ہے۔ ۱۲

(۱۴)

روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی صفحہ ۶-۵ (مطبوعہ
نول کشور پریس کانپور ۱۸۹۱ء) میں ہے :-

(الف) دگریہ دریں ماتم موجب
حصولِ رضائے ربانی وسبب حصول
بریاض جاودانی است چنانچہ در
آثار آمدہ کہ من بکی علی الحسینؑ او
تباکی وجبت لہ الجنۃ۔ یعنی
ہر کہ بر حسین بگرید بہشت مراورا واجب
شود وہر کہ خودرا گریہ فرا نماید بحکم من
تشبہ بقوم فہو منہم در وعدہ
وجبت لہ الجنۃ داخل است
امام رضی بخاری آوردہ کہ اے عزیز خاکِ
کربلا خاکے ست دراں خاک تخم شہادت
کشتہ اند وآب دیدہ دوستاں و ہوا
داراں می طلبد کہ من بکی علی الحسینؑ
پس کہ ہر از جویبار دیدہ آبے بخاکِ

حسین کے غم میں گریہ کرنا خدا کی رضا
حاصل کرنے اور جنت میں پہونچنے کا سبب
ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو شخص امام
حسینؑ پر روئے یا رونے والوں کی شکل
بنائے اس پر جنت واجب ہوتی ہے۔
اس لئے کہ رونے والوں کی شکل بنانے
سے اس حکم میں داخل ہوتا ہے کہ من
تشبہ بقوم فہو منہم جو کسی قوم کی
نقل کرے تو وہ ان میں سے ہے گویا رونے
والوں کی شکل بنانے والا خود گریہ کرنیوالا
ہے اسی لئے اس پر بھی جنت واجب ہے۔
امام رضی بخاری فرماتے ہیں کہ اے عزیز کربلا
کی خاک ہے جس میں شہادت کا بیج
بو یا گیا ہے اس لئے اس کو سیراب کرنے کے

کربلا فرستد ہر آئینہ تخم
سعادتے کہ در محبت اہلِ
شہادت کاشتہ باشد۔ در
مزرعہ رضا بآب دیدۂ وے
پرورش باید وچوں از منزل
الدنیا مزارعۃ الاخرۃ
بیروں رود محصول آں نعیم
جنت و نسیم بہجت خواہد بود
کہ وجبت لہ الجنۃ۔

لئے دوستوں کے آبِ چشم کی ضرورت
ہے پس جو شخص اپنی آنکھ کے سوتوں
سے پانی بہائے اور خاکِ کربلا کو سینچے تو
گویا وہ نیکی کے بیج کو جس کو کہ شہداء کی
محبت میں بویا ہے اپنے آنسوؤں سے
مزرعہ رضا میں سیراب کر رہا ہے جب ایسا
شخص اس دنیا کی اس منزل کیلئے مثل
کھیتی کے ہے چلا جاویگا تو اس کو آخرت
میں جنت کی نعمتیں ملیں گی۔

(ب) پھر صفحہ ۳۰ پر ہے:۔

عزیزاں تامل فرمایند کہ ثواب گریستن
در مصیبت حسینؑ چہ مقدار است از ائمہ
اہل بیت نقل کردہ اند کہ ہر قطرۂ
آب در ماتم حسینؑ از دیدہ کسے
فرو بارد آں را در صدف دُرے
می سازند و در قلادۂ عمل آں کس
می کشند و قیمت آں در روز بازارِ

عزیزو غور کیجئے کہ امام حسینؑ کی مصیبت
میں رونے کا کس قدر ثواب ہے۔ ائمہ
اہلبیت سے روایت ہے کہ غم حسینؑ میں
جو آنسو نکلتا ہے وہ دُرِ بے بہا بنتا ہے
اس نایاب موتی کی قدر و قیمت بازارِ
حشر میں مخلوق پر ظاہر ہو گی۔ یعنی
ایک آنسو کے عوض نعیم جنت حاصل

قیامت بر خلق ظاہر خواہد شد۔ شیخ
سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ
علیہ فرمودہ کہ روز عاشورا می گریستم
و با خود می گفتم اگر آں روز حاضر بودم
کہ در پیش آں شاہ شہیداں خونم بریزند
امروز بارے در حسرت آں قطرۂ چند
آب از چشم خود بریزم شبانہ حضرت
رسالت صلعم در واقعہ دیدم کہ مرا
گفت اے سہل بجلال حضرت ذوالجلال
کہ یک قطرۂ آب دیدۂ تر تو در مصیبت
فرزند دلبند من ضائع نیست
و بداں گریہ کہ امروز کردی فردا ترا
چنداں ثواب دہند کہ محاسبان تختہ
خاک و مستوفیان دفتر افلاک از
عہدۂ حصر حساب ثواب آں بیروں
نتوانند آمد در آثار آمدہ است کہ حسین
رضی اللہ عنہ روز قیامت بعرصات

ہو گی۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری
رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روز عاشورا
میں امام حسینؑ کی مصیبت پر رویا اور
دل میں کہنے لگا کہ اگر میں عاشور کے
دن نہ تھا کہ امام کے لئے اپنا خون بہاتا
تو کم از کم آج چند آنسو اپنی آنکھوں
سے بہا دوں۔ رات کو جب میں سویا
تو حضرت رسالت مآبؐ کو خواب میں
دیکھا کہ حضرت صلعم قسم کے ساتھ
فرماتے ہیں کہ اے سہل میرے فرزند
حسینؑ کے غم میں تمہارا ایک آنسو
بھی ضائع نہ ہو گا۔ آج کے دن جو تم
نے گریہ کیا ہے اس کے عوض میں کل
قیامت کے دن اتنا ثواب ملے گا کہ
جس کا حساب و شمار بھی نہ ہو سکے گا۔
حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن
امام حسینؑ خون آلود چہرہ کے ساتھ

در آید بچہرۂ خون آلود و گوید ربنا شفعنی فیمن بکی علیٰ مصیبتی خدایا مراشفاعت ■ درحق کسیکہ برمصیبت من گریستہ است ہرکہ در دنیا بر شہیدی وغریبی مظلومی وبیکسی وبے برگی وگرسنگی من گریہ کردہ او را بمن بخش شفاعت آں سیدبمحل قبول رسیدہ گریہ کنندگاں حسین رضی اللہ عنہ را برأت نجاتے ارزاں دارند۔

تشریف لائیں گے اور عرض کریں گے کہ خداوندا میں ان لوگوں کی شفاعت کرتا ہوں جنھوں نے مجھ پر گریہ کیا تھا' امام کی دُعا قبول ہوگی۔ اور رونے والوں کو پروانہ نجات مِل جائے گا۔

(۱۵)

صحابی رسولؐ معمرابی الرضا " بابا رتن بن ساہوک ہندی" رضی اللہ عنہ جن کی صحابیت کی توثیق " اجلہ علمائے اہلِ سنت" نے کی ہے اور جن کی عظمت وجلالت کا اعتراف تمام صوفیائے کرام کرتے ہیں' اُن کی صحابیت کی توثیق کرنے والوں میں خصوصیت سے ذیل کے علمائے اعلام قابلِ ذکر ہیں :۔

(۱) مؤرخ شمس الدین محمد بن ابراہیم الجزری نے اپنی تاریخ میں۔

(۲) علامہ صلاح الدین الصفدری نے اپنے تذکرہ میں۔

(۳) علامہ علاؤ الدین الوداعی نے بھی اپنے تذکرہ میں۔

(۴) شیخ عبد الغفار بن نوح القوسی نے اپنی کتاب "الوحید فی سلوک اہل الطریق التوحید" میں

(۵) مؤرخ البہا الجندی نے اپنی تاریخ الیمنی میں۔

(۶) محدث المکثر الرجال علامہ جمال الدین محمد بن احمد بن الامین الاقشہری نزیل المدینہ نے اپنی کتاب "فوائد رحلۃ" میں۔

(۷) علامہ ابن حجر صاحب اصابہ کے شیخ الحدیث علامہ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس نے (جیسا کہ اصابہ میں ہے)

(۸) علامہ عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرادی الانصاری نے "لواقح الانوار فی طبقات الاخبار" میں۔

(۹) علامہ طاشکری زادہ نے "شقائق النعمانیہ" میں۔

(۱۰) علامہ مجد الدین علی بن ظہیر الدین محمد البدخشانی نے "جامع السلاسل" میں۔

(۱۱) شیخ نور الدین جعفر بن سالار المعروف با میر ملا خلیفۂ سید علی الہمدانی نے "خلاصۃ المناقب" میں۔

(۱۲) مولانا عبد الرحمٰن جامی نے "نفحات الانس" میں۔

(۱۳) شیخ خواجہ محمد پارسا النقشبندی البخاری صاحب کتاب فصل الخطاب نے "موصوف نے "مسند رتن الہندی" سے احادیث کا ایک انتخاب

بھی تصنیف فرمایا ہے۔

۱۴) علامہ عبد العلی الملقب بہ بحر العلوم فرنگی محلی نے اپنی کتاب "فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت" میں۔

اس کے علاوہ ذہبی کے بیان کی بناء پر "شیخ محمد بن ابی بکر بن اسمٰعیل بن علی الانصاری نے " بابا رتن" سے احادیث کو اخراج کر کے ایک مجموعہ " مسند بابا رتن" کے نام سے تصنیف کیا ہے۔

یہی بابا رتن ہندی فضیلت گریہ میں ایک حدیث جناب رسالتمآب سے روایت فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| روایت کیا عبید اللہ بن محمد بن عبد العزیز سمرقندی نے کہ بیان کیا ان سے صفوۃ الاولیا امام جلال الدین موسیٰ بن مجلی بن بندار الدلیسری نے کہ بتلایا ان سے بابا رتن ہندی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو بندہ مومن عاشور کے دن حسینؑ کی مصیبت پر روئے تو قیامت کے دن وہ انبیائے اولی العزم کے ساتھ ہوگا۔ | روایت عبید اللہ بن محمد بن عبد العزیز السمرقندی قال حدثنی الامام صفوۃ الاولیاً جلال الدین موسیٰ بن مجلی بن بندار الدلیسری قال اخبرنا الشیخ الکبیر معدیم النظیر رتن الھندی ان النبی قال صلعم مامن عبد یبکی یوم اصیب ولدی |

الحسین الاکان یوم القیامۃ مع اولی العزم من الرسل وقال البکاء فی یوم عاشوراء نور تام یوم القیٰمۃ۔

اور فرمایا رسول اللہ نے کہ عاشور کے دن رونا قیامت کے دن کے لئے نور تام ہوگا۔

اِس حدیث کو علامہ ابنِ حجر نے اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ کی جلد اوّل حرف الراء القسم الرابع کے صفحہ ۵۲۳ پر نقل کیا ہے (مطبوعہ مصر)

(۱۶)

علامہ ابنِ حجر مکی ہیتمی اپنی کتاب (منح مکیہ) شرح قصیدہ ہمزیہ طبع مصر ص۲۰۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

(وقست) ای غلظت واشتدت (منہم) ای المکرۃ الفجرۃ المذکورین وھو حال من قولہ (قلوب) فوصل الیہما والی ذریتہما منہم غایۃ الایذاء والاستہانۃ بحقہم الواجب رعایتہ علیہم ولم تلن لہم تلک القلوب قط لان اللہ تعالیٰ اراد لہما الشقاوۃ والعذاب الیم (علی من) ای اولئک الائمۃ الذین ھم بدور الدنیا ومن ثم قال الحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ فی الذین قتلوا مع الحسین من اھلہ لیس لہم شبیہ علی وجہ الارض

(بکت الارض فقدهم والسماء) وهذا اقتباس من مفهوم قوله تعالیٰ فما بکت علیهم السماء والارض اذ مفهومه ان المؤمن تبکی علیه السماء والارض بمعنی انهما یتاسفان علی ما فاتهما من اعماله وثوابهما اما الارض فمحال سجود المؤمن وعباداته واما السماء فمحال صعود الملئکة بتلک الاعمال الیها واذا کان هذا فی مطلق المؤمنین لما علم من الایة فما بالک بآل البیت النبوی والسر العلوی و یصح ان یکون المراد بکائهما بکاء اهلها وهو واضح لکن الاول ابلغ ولا مانع من حمله علی الحقیقة لانه ممکن وورد به الشرع فلا یخرج عن ظاهره الا بدلیل (فابکهم) ایها السامع للخطاب ما استطت ای مدة دوام استطاعتک تاسیًا بنبیک صلی الله علیه وسلم ثم بجبرئیل ثم بعلی کرم الله وجهه وروی ابن سعد عن الشعبی قال مر علی کرم الله وجهه بکربلاء عند مسیره الی الصفین فوقف وسأل عن اسم هذه الارض فقیل له کربلا فبکی حتی بل الارض من دموعه ثم قال دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یبکی فقلت ما یبکیک قال کان عندی جبرئیل انفا واخبرنی ان ولدی الحسین تقتل بشاطئ الفرات بموضع یقال له کربلا ثم قبض قبضة من تراب تلک الارض اشمنی ایاها فلم املک عینی

ان فاضتا اخرج الترمذی ان ام سلمہ رات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
باکیا وبراسہ ولحیتہ التراب فسألتہ فقال قتل الحسین آنفا
کذلک راہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نصف النہار اشعث
اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم یلتقطہ لہ فسألہ فقال دم الحسین
واصحابہ لم ازل اتتبعہ منذ الیوم فنظر وافوجد وکان
قد قتل فی ذلک الیوم ۔۔۔۔!

ترجمہ :- سخت ہو گئے ان فاسقوں اور فاجروں کے دل ان بزرگو
پر جن کے اُٹھ جانے پر زمین روئی اور آسمان نے گریہ کیا (یہ ترجمہ تھا ا
بوصیری کے شعر کا جو قصیدۂ ہمزیہ میں ہے) ابن حجر کہتے ہیں یہ اقتباس
اس آیت کے مفہوم سے جو کافروں کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ نہ اُن
آسمان رویا اور نہ زمین نے گریہ کیا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن
آسمان وزمین گریہ کرتے ہیں۔ یعنی انھیں رنج ہوتا ہے ان اعمال خیر
جو اس مومن کے انتقال سے بند ہو جاتے ہیں اور اس ثواب کا جس
کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے۔ زمین کی خصوصیت سے وہ مقامات جہاں و
سجدہ کرتا تھا اور عبادتیں بجالاتا تھا اور آسمان کے وہ مقامات جہاں
ملائکہ اس کے اعمال کو لے کر جاتے تھے۔ اور جب عام مومنین کی یہ شان
ہے جیسا کہ آیت سے معلوم ہوا تو خیال ہے تمہارا اہل بیت رسولؐ اور

اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کے متعلق اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آسمان و زمین کے رونے سے مراد اہلِ آسمان و زمین کا رونا قرار دیا جائے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ لیکن پہلے معنی میں بلاغت زیادہ پائی جاتی ہے اور جب حقیقی معنی کا مراد لینا ممکن ہے کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت موجود ہے تو بلا وجہ اسے نظر انداز کرنا درست نہیں ہے۔ جب یہ سب روتے ہیں تو تجھے

روا ہے سننے والے اس آواز کے جب تک تیری جان میں ہے پیروی کرتے ہوئے اپنے پیغمبرؐ کی پھر جبرئیلؑ پھر حضرت علیؑ کی۔

چنانچہ ابن سعد نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی صفین جاتے ہوئے کربلا کی طرف سے گزرے۔ حضرت ٹھہر گئے۔ اور دریافت کیا کہ اِس زمین کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کربلا۔ یہ سُن کر حضرت روئے یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ میں ایکمرتبہ حضرت رسول کے پاس آیا ایسے حال میں کہ حضرت رو رہے تھے۔ میں نے کہا رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس تھے اُنھوں نے مجھے بتلایا کہ میرا فرزند حسین نہر فرات کے پاس ایک جگہ پر جسے کربلا کہتے ہیں قتل ہوگا۔ پھر حضرت نے اس زمین سے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی اور مجھ کو سنگھائی جس کے بعد مجھے قابو نہ رہا اور بے ساختہ میری آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔ اور ترمذی نے نقل کیا ہے اُم سلمہ نے

حضرت رسول کو روتے ہوئے دیکھا اس حالت میں کہ آپ کے سر و ریش پر خاک پڑی تھی، میں نے دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا ابھی ابھی حسین قتل ہوا ہے۔ اور ابن عباس نے بھی حضرت کو دوپہر کے وقت دیکھا اس حال میں کہ بال پریشان ہیں گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔ ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جس میں خون ہے۔ دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ یہ حسین اور ان کے اصحاب کا خون ہے۔ جسے میں نے آج دن بھر جمع کیا ہے۔ لوگوں نے اس تاریخ کا خیال رکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین اسی روز شہید ہوئے تھے۔

امام بوصیری کے چند اشعار جن کا تعلق مرثیہ سے ہے نقل کئے جاتے ہیں ؎

من شهيدين ليس ينسيني الطف مصابيهما ذكا كربلاء

ما رعى فيهما ذمامك مرؤس وخان عهدك الرؤساء

ابدلوا الود والحفيظة في القربى فابدت ضبابها النافقاء

وقست منهم قلوب على من بكت الارض فقدهم والسماء

فابكهم ما استطعت ان قليلا في عظيم من المصاب البكاء

كل يوم وكل ارض بكربي منهم كربلا وعاشوراء

ال بيت النبي ان فؤادى ليس يسليه عنكم التاساء

غیر انی فوضت امری الی اللہ — وتفویض الامور ببرا ء
رب یوم بکربلاء مسیئ — خففت بعض وزرۃ الزورا ء
والا عادی کان کل طریح — منھم الزرق حل عندالوکا ء
ال بیت النبی طبتم وطاب — المدح لی فیکم وطاب الرثاء
اناحسان مدحکم فاذا — نحت علیکم فانی الخنساء

سدتم الناس بالتقی وسواکم
سودتہ البیضا والصفراء

ترجمہ:۔ دونوں شہید جن کی یاد کنارۂ نہر فرات اور زمین کربلا سے ہمیشہ تازہ ہے۔ نہ رعایا نے (یارسول اللہ) اُن کے بارے میں آپ کے حقوق کا لحاظ کیا اور نہ حکام نے آپ کے عہد و پیمان کا پاس کیا۔ انھوں نے آپ کے قرابتداروں کی محبت کے بدلے میں کینہ و عداوت کو اختیار کیا جس کے آثار نمایاں ہوگئے۔ اُن کے دل سخت ہوگئے۔ اُن لوگوں کے لئے جن پر آسمان اور زمین تک نے گریہ کیا۔ جب تک دم میں دم ہے تو بھی (اے مخاطب) اُن پر روتا رہ اس لئے کہ مصیبت کے مقابلہ میں رونا بہت کم چیز ہے۔ ہر دن ان کے غم میں مجھے روز عاشورا اور ہر زمین، زمینِ کربلا ہے۔ اے اہلبیتِ نبی میرے دل سے کوئی چیز آپ کا خیال دور نہیں کرسکتی سوائے اس کے کہ میں ان مظالم کو خدا کے سپرد کردوں اور اس کے

بعد بری الذمہ ہو جاؤں۔ کتنے مجرم ہیں کہ زمین کربلا کی زیارت اُن کے گناہوں میں تخفیف کر دیتی ہے۔ اور دشمنوں کی یہ حالت ہے کہ وہ زمین پر افتادہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی مشک جس کا تسمہ کھل گیا ہو۔ اے اہلبیت نبیؐ آپ پاکیزہ ہیں اور آپ کی شان میں جو مدح نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے وہ بھی پاکیزہ ہے۔ میں آپ کی مدح میں حسان کا درجہ رکھتا ہوں۔ اور جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنسا (مشہور مرثیہ گو) ہوں۔ آپ نے دنیا پر تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعہ سے حکومت کی۔ جب کہ آپ کے سوا دوسرے لوگوں نے سنہرے روپہلے سکوں سے اپنی حکومت قائم کی۔

(۱۷)

"علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر بن بکری العجیلی الحفظی الشافعی" اپنی کتاب " ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللآل میں بذیل شرح شعر ؎

واکرتباہ للمصاب الاعظم — واوحشتاہ لأھل الخیم

تحریر فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| وللہ در ابو صیری حیث یقول والفقیر کذلک یقول ؎ | خدا بھلا کرے امام بصیری کا جنہوں نے امام حسینؑ کے مرثیہ میں کیا خوب کہا ہے |

البیت النبی طبتم فطاب المدح لی فیکم وطاب الرثاء
انا حسان مدحکم فاذا نحت علیکم فاننی الخنساء
ومن لم یبکی لتلك الوقائع
فلیبا کی کیف وقد بکی لذلك
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم ؎
فابکهم ما استطعت ان قلیلا
فی عظیم المصاب البکاء
ولا یکون البکاء والحزن
مخصوص بارض کربلا اویوم
عاشوراء لذلك من
افعال الرافضه بل حال
هذا الفقیر وکل محب اسیر
ینشد ماقال العلامة
الکبیر ؎
کل یوم وکل ارض لکربی
منهم کربلاء وعاشوراء

اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اے
اہلبیت نبیؐ آپ پاکیزہ اور آپ کی
شان میں جو مدح نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے
وہ بھی پاکیزہ ہے۔ میں آپ کی مدح
میں حسان کا درجہ رکھتا ہوں۔ اور
جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنساء مشہور
مرثیہ گو ہوں اور حقیقت تو یہ ہے کہ
جو شخص اس مصیبت عظمیٰ پر نہ روئے
اس کو چاہیئے کہ اپنے کو بہ تکلف رونے
والا بنائے یہ کیونکر نہ ہو اس لئے کہ
اس مصیبت کی وجہ سے رسول اللہ صلعم
روئے اے شخص جب تک کہ دم میں
دم ہے تو بھی روتا رہ اس لئے کہ اس
مصیبت کے مقابلہ میں رونا بہت کم چیز ہے
اور یہ رونا اور اندوہ کرنا صرف روز عاشورہ
یا زمین کربلا ہی کے لئے مخصوص نہیں
ہے کہ یہ صرف رافضیوں کا فعل ہے بلکہ

اِس فقیر اور سراسیر محبت اہلبیت کا یہ
حال ہے جیسا کہ علامہ کبیر امام بوصیری نے
کہا ہے کہ ہر دن ان کے غم میں مجھے عاشورا
ہے اور ہر زمین زمینِ کربلا ہے' یعنی برابر
روتا رہتا ہوں۔

(۱۸)

ملک العلماء علامہ شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی کتاب "ہدایۃ السعداء" میں تعزیہ داری امام علیہ السلام کے جواز میں ایک مستقل و مبسوط باب تحریر فرمایا ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے :۔

الجلوۃ التاسعۃ۔ فی تعزیۃ الحسینؑ و فیما بکی علیہ النبی و علی و فاطمہ قبل قتلہ و بعدہ و فیما بکی علیہ آدم و حواء والملئکۃ والعرش والکرسی والسماء والارض والصحابۃ والطیور والوحوش والحجارۃ وجمیع الامۃ من الانس

جلوۂ نہم۔ بیان میں عزاداری امام حسینؑ کے وہ حسینؑ جن کے مصائب پر رسولؐ اللہ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ قبل شہادت اور بعد شہادت دونوں زمانوں میں روئے اور جن پر حضرت آدمؑ و حواؑ اور فرشتے و عرش و کرسی' زمین و آسمان' صحابۂ رسولؐ' پرندے اور درندے جانور' پتھر اور انسانوں اور جنات کے تمام گروہ نے گریہ کیا۔ اور دسویں

والجن وثواب البکاء یوم عاشوراء۔

محرم کے رونے کے ثواب ہیں۔

(ہدایۃ السعداء ص ۳۲۸ قلمی)

علامہ ممدوح اسی باب میں صفحہ ۳۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

و در تشریح میگوید کہ ماتم و تعزیت داشتن حسین روز عاشورا بقول بعضے واجب است از بہر رفع تہمت یعنی تا کسے نہ گوید کہ فلاں کس از یزیدیہ است کہ ماتم خاندان نمی دارد و اجتناب از تہمت واجب است و بقول بعضے سنت است آنکہ مصطفٰے صلعم و اصحابہ تابعین بتعزیت ایشاں دل پرغم و چشم نم داشتہ و ما را متابعت ایشاں سنت است۔

تشریح میں ہے کہ عاشور کے دن بعض کے نزدیک عزائے امام حسینؑ کرنا واجب ہے تاکہ تہمت دُور ہو سکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے فلاں شخص (عزاداری نہ کرنے کی وجہ سے) یزیدی ہے۔ جب ہی تو اہلبیت رسولؐ کا ماتم برپا نہیں کرتا اس لئے تہمت سے (عزاداری کر کے) بچنا واجب ہے۔ اور بعضوں کے قول کی بناء پر سنت ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلعم صحابہ اور تابعین نے اس شان سے امام کی تعزیت کی کہ دل غمناک تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے اس لئے ان بزرگوں کی پیروی کرنا ہمارے لئے سنت ہے۔

اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

و از ابوالقاسم پرسیدند کہ چہ حکمت است

علامہ ابوالقاسم سے کسی نے دریافت

| | |
|---|---|
| کہ روز وفات ہیچ پیغمبرے و خلفار نگریند در روز وفات حسینؑ چرا گریند گفت بہر دفع تہمت و از بہر متابعت مصطفےٰ صلعم می آرند۔ | کہ جب کسی پیغمبر اور خلفار کی وفات پر نہیں روتے تو حسینؑ کی وفات پر کیوں روتے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ دو سبب سے ایک یہ کہ دفع تہمت کیلئے اور دوسرے رسول اللہ صلعم کی متابعت کی وجہ سے کہ وہ حضرت روئے تھے۔ |

پھر صفحہ ۳۳۳ پر ارشاد فرماتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| المقصود مصطفےٰ صلعم درحالۂ حیات بر تعزیت ایشاں گریستہ تا تو از ایذا و آزار ایشاں دور باشی و ترا بہ تعزیت ایشاں سنت شود۔ | غرضکہ رسولخدا صلعم زندگی ہی میں ان کی (امام حسینؑ کی) تعزیت میں روئے تاکہ تم ان کو ایذا و آزار (دینے) سے دُور رہو اور تمہارے لئے امام کی عزاداری سنت ہو جائے۔ |

اسی سلسلہ میں صفحہ ۳۳۷ پر رقم فرماتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| "فی کیفیۃ ثواب من بکی علیھم" فی التشریح قال صلعم من بکاءً یوم عاشوراء لم یبکا عینہ فی تلک السنۃ بموت اولادہٗ | "امام کے رونیوالوں کے ثواب کے بارے میں" حدیث میں ہے کہ جو شخص دسویں محرم کو روئے تو اس سال وہ اپنے اولاد کے غم میں نہ روئے گا۔ اور نہ ایمان کے |

ولا بمصيبة زوال الايمان
حاصلہ ہر کہ روز عاشورا بگرید
بدوستی فرزندان خود واز زوال
ایمان و فی المبکیات اے عاشقان
اگر حسین را ان روز آب ندادند امروز
آب از دیدہ بیارید و شفاعتِ حسین
را در روز قیامت باب دیدہ بجوئید
در خبر است کہ در مصیبت
حسینؑ شہید امروز می گرید بحضرت
مصطفےٰ صلعم و بیش خاتونِ قیامت
عرض می کند روحِ پاک مصطفےٰ او
رُوحِ پاک زہرا ورا آمرزش
می خوانند۔
... وحضرت فاطمہ زہرا در بارگاہِ الٰہی
عرض کنند الٰہی شفعنی فی احبائی
ومن بکی علی مصیبتھم"
" وحسین نیز گوید الٰہی ہر کہ

زائل ہونے کی مصیبت پر گریہ کریگا
اے عاشقانِ خاندانِ رسالت!
اگر یزیدیوں نے اس دن حسینؑ کو
پانی نہیں دیا تو آج کے دن تو تم اپنی
آنکھوں سے بارانِ اشک برساؤ اور
انھیں آنسوؤں کے طفیل "حسین
کی شفاعت حاصل کرو۔
حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آج (یعنی
اس دنیا میں) جو شخص حسینؑ کے غم میں
رسُول اللہ و فاطمہ زہرا کو پُرسا
دیتے ہوئے روئے تو اُس رونے
والے کے بارے میں حضرت رسُول اللہ
صلعم اور فاطمہؑ زہرا کی ارواح پاک
(خدا سے) طلب بخشش کرتی ہیں۔ قیامت
کے دن حضرت فاطمہ بارگاہِ خداوندی
میں عرض کریں گی خداوندا دوستوں
اور شہیدانِ کربلا پر رونیوالوں کے

دوستدار من بود و بر غریبی و شہیدی و مظلومی گریستہ مرا در وے شفاعت دہ۔"

میری شفاعت قبول فرمالے۔ اور امام حسین بھی قیامت کے دن بارگاہِ الہٰی میں عرض فرمائیں گے کہ خداوندا میرے دوستوں میں سے جو میری غربت و شہادت اور مظلومی پر رویا ہے۔ اس کو بخش کر میری شفاعت قبول فرما۔

ملک العلماء دولت آبادی نے بہت ہی بسط و شرح کے ساتھ تعزیہ داری امام مظلوم کے جواز پر روشنی ڈالی ہے۔ اصل کتاب ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ توضیح مطلب کے لئے عباراتِ ذیل اور ملاحظہ کیجئے۔ صفحہ ۳۲۲ پر ارشاد ہوتا ہے:۔

"دوم آنکہ ہرگاہ کہ جبرئیل آمد و خبر قتل حسینؑ گفت مصطفےٰؐ صلعم فرمودؐ آں روز من باشم گفت نہ فرمود علیؑ باشد گفت نہ گفت حسنؑ باشد گفت نہ پس مصطفےٰؐ فرمود تعزیت ایشاں کہ دارد گفت امت تو دارند۔ عزیز من امروز تعزیت دارد سرمہ مکن زیرا چہ ہیچ عاقل گوید کہ روز تعزیت

دوسرے یہ کہ جب حضرت جبرئیل خبر شہادت لیکر رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صلعم نے دریافت کیا کہ میں اُس روز موجود ہوں گا۔ کہا کہ نہیں۔ ارشاد ہوا کہ فاطمہؑ ہونگی۔ جواب دیا کہ نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ حسنؑ ہونگے۔ بتلایا کہ نہیں۔ اس وقت حضرت صلعم نے پوچھا کہ ان مظلوموں

سرمہ کند اگر تعزیتِ ایشاں داری بگذار"۔

کی عزاداری کون کریگا۔ جبرئیل امین نے بتلایا کہ آپ کی اُمت کرے گی۔ میرے عزیزو! آج کے دن عزاداری کرو

اور اظہارِ خوشی میں سرمہ وغیرہ نہ لگاؤ۔ بتلاؤ کہ یہ کون عقلمند کہے گا کہ مصیبت و غم کے دن سرمہ لگایا جائے اگر واقعی تم اہلبیت کے تعزیہ دار ہو تو سرمہ نہ لگاؤ"۔

صفحہ ۳۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

جبرئیلؑ خبر دادہ بود کہ امت تو روز عاشور تعزیت شہید کربلا کہ در غربت مقتول شوند بدارند۔ پس اُمت روزِ عاشور تعزیت غریبانِ کربلا میدارند بلکہ در پارس وغیرآں روزِ عاشورا زنان جامۂ سبزی پوشند از جہت کمال تعزیت۔

جبرئیل نے یہ خبر دی تھی کہ آپ کی امت عاشورے میں عزائے شہید کربلا کرے گی اسی وجہ سے امتِ رسولؐ عزائے اماؑ کرتی ہے۔ بلکہ ایران اور دُوسرے مُلکوں میں انتہائی غم والم کے اظہار کے لئے عورتیں سبز لباس (جو غم کا لباس ہے) پہنتی ہیں۔

صفحہ ۳۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے :۔

"گریستن بر موافقت رسول صلعم در بہ تعزیت غریبانِ کربلا"۔

"شہدائے کربلا کی تعزیت میں رسُولؐ کی تاسی کرکے رونا"۔

و در خبر است ہر کہ در روز عاشورا بشفقت و محبت حسنؑ و حسینؑ بگرید اگر چہ مقدار سرِ سوزن باشد خداوند عزوجل او را تا عاشورا دیگر از مصیبت موت او نگاہ دارد و زیرا چہ آں ایں روز است کہ عرش و کرسی و آسمان ہر روز وقت مغرب میگریند و مصطفیٰ و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ زہرا پیش ازیں گریستہ پس برائے اتباع ایشاں ترا گریستن سنت است۔

حدیث میں ہے کہ عاشور کے دن جو امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی محبت کی وجہ سے گریہ کرے اگرچہ اس کے آنسو کی تری سوئی کے نوک کے برابر ہی ہو لیکن اُس پر بھی سال بھر تک یعنی دُوسرے عشرۂ محرّم تک کے لئے اس شخص کو خداوند عالم موت سے محفوظ رکھے گا اس لئے کہ یہ وہ ہولناک دن ہے کہ عرش و کرسی اور آسمان آج تک مغرب کے وقت روتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم و علی مرتضیٰؑ و فاطمہؑ زہرا اس سے پہلے اس غم میں روتے ہیں۔ اس لئے ان حضرات کی پیروی کرتے ہوتے تم کو رونا سنت ہے۔

ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی ہدایۃ السعداء جس کا میں اس وقت حوالہ دے رہا ہوں اس کا نسخہ میرے سامنے قلمی ہے اور اسی قلمی نسخہ کے صفحات کا حوالہ بھی ہے۔ جن ناظرین کے پاس کوئی دوسرا نسخہ موجود ہو وہ "جلوہ سابعہ" اور "جلوہ تاسعہ" کو ملاحظہ فرمائیں

جس نسخہ سے میں حوالہ دے رہا ہوں وہ "کتبخانہ فردوس مآب" لکھنؤ میں موجود ہے اور غالباً عہد مصنف کا نسخہ ہے۔

(۱۹)

امام ائمہ اہل سنت وسرخیل صوفیانِ عظام حضرت سفیان ثوری "غم اہلبیت پر رونے و فریاد کرنے کو علامتِ ایمان قرار دیتے ہوئے" ارشاد فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| "ان حب بنی فاطمۃ علیھم السلام والجزع لھم مما ھم علیہ من الخوف والقتل والتطرید لیبکی من فی قلبہ شئ من الایمان" | ماحصل یہ ہے کہ اولاد فاطمہؑ کی محبت میں ان کے تمام دگوناگوں مصائب پر جزع وفزع کرکے اظہار غم اور گریہ وزاری وہی شخص کریگا جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہے۔" |

(مقاتل الطالبین علامہ ابو الفرج القرشی الاموی الکاتب الاصفہانی، ذیل ترجمہ عیسیٰ بن زید بن علیؑ بن حسینؑ صفحہ)

اسی چیز کو "شیخ کمال الدین علیہ الرحمۃ" ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:۔

قال الشیخ کمال، دمصرع الحسین یکب المدامع من الاجفان۔ و یجلب الفجایع والاحزان ویلھف النیران فی اکباد اھل الایمان لہ

(ذخیرۃ المآل" شہاب الدین احمد الحنفی العجیلی)

# حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ

## شہادتِ امامِ حسینؑ پر گریہ و بکا کرنا اور اس کارِ خیر کی وجہ سے حضرت کے درجات کا عالی ہونا۔

روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی صفحہ ۲۶-۲۷ مطبوعہ نولکشور پریس کانپور ۱۸۹۱ء) میں ہے:-

از علی بن موسیٰ الرضا منقول است
کہ چوں حق تعالیٰ گو سفند برائے فدائے
اسمٰعیل فرستاد۔ و ابراہیم آن را
ذبح کرد بخاطر مبارکش خطور نمود کہ
اگر بدست خود فرزند خود را قربان
کردمے ثواب عظیم یافتمے و بقدم خرمت
بر درجہ رفیع شتافتمے حق سبحانہ بوے
وحی فرستاد کہ از جملہ خلقان کرا دوست
می داری ابراہیم گفت محمد اکہ حبیب

امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے
کہ جب خداوند عالم نے حضرت اسمٰعیل
کا فدیہ گوسفند کو قرار دیا اور حضرت
ابراہیم نے اس کو ذبح کیا تو اس وقت
حضرت ابراہیم کے دل میں یہ بات
آئی کہ اگر میں اپنے فرزند اسمٰعیل
کو اپنے ہاتھوں خدا کی راہ میں قربان
کرتا تو ثوابِ عظیم کا مستحق ہوتا۔ حضرت ا
کے دل میں اس خیال کا پیدا ہونا تھا

وصفی تست خطاب آمد کہ اورا
دوست ترمی داری یا خود را ابراہیم
گفت حقا کہ اورا از خود دوست
ترمی دارم باز فرمان رسید کہ فرزندان
اورا دوست میداری یا فرزندانِ
خود را خلیل جواب داد کہ فرزندانِ
محمد او نزدِ من دوست تر اند از
اولادِ من حق تعالیٰ وحی کردید کہ
یکے از فرزندان بزرگوار اورا بخواری
وزاری از زدے جور ستمگاری غریب[1]
تنہا گرستہ وتشنہ در دشتِ کربلا
شربت شہادت بچشانند ابراہیم
علیہ السلام چوں شمہ ازیں واقعہ
بشنید قطراتِ حسرت از چشم سار
چشم بر صفحاتِ رخسار فرو بارید خطاب

حضرت کو وحی ہوئی کہ اے ابراہیم
تم ہماری مخلوق میں سب سے زیادہ
کس کو دوست رکھتے ہو۔ ابراہیم نے جواب
دیا کہ خداوندا تیرے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو
پھر خطاب ہوا کہ اے ابراہیم تم محمدؐ کو زیادہ
دوست رکھتے ہو یا خود اپنے کو۔ جواب
دیا اپنے سے زیادہ حضرت صلعم کو دوست
رکھتا ہوں۔ پھر حکم ہوا کہ تم اپنے فرزند
اسمٰعیل کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا
ان کے فرزند کو خلیل نے جواب دیا کہ ان کے
فرزندوں کو اپنی اولاد سے زیادہ دوست
رکھتا ہوں (اس سوال وجواب کے بعد)
وحی ہوئی کہ اے ابراہیم حضرت محمدؐ کے
ایک فرزند بزرگوار کو نہایت ظلم وستم
کیا تھ بھوکا پیاسا مسافرت میں کربلا کے

---

[1] واقعۂ شہادت امام حسینؑ اہلِ ایمان کے آنکھوں سے آنسو جاری کرتا ہے اور حزن واندوہ کے ساتھ دلوں میں غم کی آگ سلگاتا ہے۔

رسید کہ اے ابراہیم ثواب گریستن تو بر حسینؑ والمے کہ بدل تو رسید برابر آن مثوبت است کہ بدست خود فرزند خود را قربان می کردی

ہیں ہیں اشقیا شہید کریں گے۔ حضرت ابراہیم نے جس وقت واقعۂ شہادت کو سنا تو بیساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گریہ فرمانے لگے

خطاب ہوا کہ اے ابراہیمؑ حسینؑ کے غم میں تمہارے دل کو جو صدمہ ہوا ہے اور رنج ہوا اس کا ثواب برابر ہے اس ثواب اور اجر کے جو اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو اپنے ہاتھوں سے قربان کرنے میں ملتا۔

---

## حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السّلام کا شہادتِ امام حسینؑ پر گریہ و بکا کرنا

الف اخرج الحاکم والبیھقی عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما بالحسین فوضعتہ

امام حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں ام الفضل سے روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں امام حسینؑ کو لائی اور رسولؐ کی آغوش میں دیدیا۔ پھر جو دیکھتی

فی حجرۃ ثم جائت منی التفاتہ فاذا عینا رسول اللہ صلعم تھریقان من الدموع فقال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی تقتل ابنی ھذا واتانی بتربۃ من تربۃ حمراء

تو آنحضرتؐ کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہیں۔ پھر خود ہی حضرت نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری اُمت میرے اس لخت جگر کو شہید کرے گی اور مجھے اس مقام کی سُرخ مٹی بھی دی ہے۔

(ینابیع المودۃ شیخ سلیمان الحنفی جلد دوم صفحہ ۳۱۸ وتحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین مولانا شاہ سلامت اللہ صہ ۸۳ مطبوعہ مطبع اسدی لکھنؤ)

(ب) واخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی رضی اللہ عنہ بکربلاء عند مسیرۃ الی صفین وحاذی نینوی قریۃ علی الفرات فوقف وسأل عن اسم ھذہ الارض فقیل کربلاء فبکی حتی بل الارض من دموعہ ثم قال دخلت

طبقات کبیر ابن سعد میں امام شعبی سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کی طرف جاتے ہوئے جب نینوا (جو دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہے) کے مقابل ہوئے تو ٹھہر گئے اور اس سرزمین کا نام پوچھا۔ "کربلا" بتلایا گیا حضرت روئے اور خوب روئے اس قدر کہ وہاں کی زمین آپ کے آنسوؤں

علی رسول اللہ وھو یبکی فقلت ما یبکیک قال عندی جبرئیل انفا واخبرنی ان ولدی الحسین یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال لہ کربلا ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب شمنی ایاہ فلم املک عینی ان فاضتا۔

سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا یا حضرت خیر تو ہے رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میرے پاس اس وقت جبرئیل بیٹھے تھے۔ انھوں نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ فرات کے کنارے اس جگہ جسے کربلا کہا جاتا ہے۔ قتل کیا جائے گا۔ پھر جبرئیل ایک مشت خاک لائے اور مجھے سنگھایا پس مجھے اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہا اور بے اختیار رو پڑیں۔

(صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۱۱۵ مطبوعہ میمنیہ مصر)

(ج) عن عبد اللہ بن یحیی عن ابیہ انہ سار مع علی رضی اللہ عنہ وکان صاحب مطھرتہ فلما حاذی نینوا وھو منطلق الی صفین فنادی علی رضی اللہ عنہ اصبر

عبد اللہ بن یحیی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ صفین جاتے ہوئے حضرت علیؑ کے ساتھ تھے کہ دفعتہً حضرت علیؑ نے بلند آواز سے ندا دی کہ اے ابا عبد اللہ صبر کرو، اے ابا عبد اللہ صبر کرو (امام حسینؑ کی کنیت ہے)

يا ابا عبد الله بشط الفرات
قلت وماذا قال دخلت
على النبي صلعم ذات يوم
وعيناه تفيضان قلت يا نبي
الله اغضبك احد ماشان
عينيك تفيضان قال بلى
عندي جبرئيل قبل فحدثني
ان الحسينؑ يقتل بشاطئ الفرات
قال فقال هل لك الى ان
اشمك من تربته قال قلت
نعم فمد يده فقبض قبضة
من تراب فاعطانيها فلم
املك عيني ان فاضتا۔

دریائے فرات کے کنارے میں نے
پوچھا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے
فرمایا ایک دن میں حضرت سرورِ عالمؐ
کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضور
صلعم کی چشم مبارک سے آنسو جاری
ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
کیا کسی نے آپ کو غضبناک کیا ہے
حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں
جاری ہیں۔ فرمایا ابھی میرے پاس
جبرئیل تھے انھوں نے بیان کیا ہے
کہ میرا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے
قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد کہا
کہ کیا وہاں کی خاک آپ سونگھنا
چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں ضرور یہ سُن کر جبرئیل نے ہاتھ پھیلایا
اور ایک مشتِ خاک لائے اور مجھ کو دی۔ بس مجھے آنکھوں پر قابو نہ رہا
اور وہ بے اختیار بہنے لگیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۸۵ مطبوعہ مصر)

سسا

# خاتونِ جنت حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا گریہ کرنا اور

# عزادارانِ امام حسینؑ کے گریہ وبکا کی پیشینگوئی

فاطمہؑ نالہ آغاز کرد کہ حسینؑ چہ گناہ کردہ باشد کہ در طفولیت بر وے چنیں ظلمے برود خواجہ فرمود کہ اے فاطمہ ایں صورت در سن کودکی وجوانی نہ خواہد بود بلکہ در وقتے واقع شود کہ نہ تو باشی و نہ من و نہ علی و نہ برادرش حسن فاطمہؑ دیگر باز بخروشید کہ اے مظلوم مادر۔ اے شہید مادر و اے بیکس مادر چوں تو در آں زماں پدر و مادر نباشد کہ باشد کہ مصیبت تو قیام نماید و شرائط تعزیت تو بجا آورد کاشکہ من زندہ بودمے تا اقامت مراتم

جناب فاطمہؑ نے جب واقعہ شہادت کو سنا تو گریہ وزاری فرمانے لگیں اور ارشاد کرنے لگیں ہمارے فرزند حسینؑ نے آخر کون سا گناہ کیا ہوگا کہ جس کی وجہ سے بچپنے میں اس پر یہ ظلم کیا جائیگا۔ خواجہ کائناتؑ نے فرمایا کہ بیٹی فاطمہؑ یہ واقعہ (شہادت) حسینؑ لڑکپن یا جوانی کے زمانہ میں نہ ہوگا اس وقت میں نہ ہوں گا۔ نہ علیؑ ہونگے نہ حسنؑ اور نہ تم ہوگی۔ یہ سننا تھا کہ جناب سیدہؑ نے ایک چیخ ماری اور فرمانے لگیں اے مظلوم مادر اے شہید مادر اے

مصیبت تو نمود مے راوی گوید کہ ہاتفے آواز داد کہ ماتم اور مصیبت زدگاں تا آخر زماں خواہند داشت کہ ہر سال چوں آں موسم در آید کہ اورا شہید کردہ باشند ایشاں تعزیت وے را تازہ گردانند و شرط مصیبت اورا بجا می آرند اشک ندامت از دیدہ بیارند آہ جگر سوز سینہ بکشند (روضۃ الشہداء ص۱۸۳ کانپور)

بیکس و مضطر اس زمانہ میں ماں باپ نہ ہوں گے تو کون تعزیت کرنے والا اور صف ماتم بچھانے والا ہوگا۔ کاشکہ میں زندہ ہوتی تو مراسم عزا قائم کرتی راوی کہتا ہے کہ اس وقت ایک ہاتف کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا کہ اے دختر رسولؐ بکچھ مصیبت زدہ لوگ ہوں گے جو قیامت تک حسینؑ کا ماتم کریں گے ہر سال جب وہ زمانہ آئے گا جس میں حسینؑ شہید کئے جائیں گے تو اس زمانہ میں مجلس عزا قائم کی جائے گی۔ اور آہ و فریاد و گریہ و زاری کریں گے۔

## بعد شہادتِ امام حسینؑ

## حضرت رسالتمآب صلعم کا بیقرار ہونا اور گریہ و بکا کرنا

عن سلمی الانصاریۃ دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت

سلمہ انصاریہ کہتی ہے کہ میں ایک بار ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے

مایبکیک؟ قالت رأیت الآن رسول اللہ صلعم فی المنام و علی راسہ ولحیتہ التراب وھو یبکی فقلت مالک؟ یارسول اللہ قال شھدت قتل الحسین آنفاً۔

گئی اور وہ روتی تھیں میں نے پوچھا کہ آپ کیوں روتی ہیں جواب دیا کہ میں نے ابھی رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی پر گرد پڑی ہوئی تھی اور روتے تھے۔ میں نے پوچھا۔ کہ یارسول اللہ آپ کا یہ کیا حال ہے۔ فرمایا۔ ابھی حسینؑ کے قتل میں گیا تھا۔ (یہ واقعہ دسویں محرم کے عصر کے وقت کا ہے) (صحیح ترمذی ص۲۲۶ طبع نولکشور۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۱۱۵ مطبوعہ میمنیہ مصر۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی ص۱۴۱ طبع محمدی لاہور؟ ماثبت من السنہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص۲۰ طبع قیومی کانپور)

(ب) عن ابن عباس قال رأیت رسول اللہ صلعم فیما یری النائم نصف النہار وھو قائم اشعث واغبر بیدہ قارورۃ فیھا دم فقلت یا بی انت وامی یارسول اللہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کے وقت آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور ان پر غبار پڑا ہوا ہے۔ ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے میں نے

صلعم ماھذا الدم قال ھذا دم الحسین واصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم فاحصی ذلک الیوم فوجدوہ قتل یومئذ۔

پوچھا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیسا خون ہے۔ فرمایا حسینؑ اور ان کے اصحاب کا خون ہے جس کو جمع کر رہا ہوں ابن عباس کہتے ہیں کہ پس میں نے اس دن کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ اسی دن شہید ہوئے تھے۔

(صحیح ترمذی صـ۲۲۶ طبع نولکشور۔ مسند احمد حنبل جلد اول بسند ابن عباس۔ دلائل النبوۃ امام بیہقی۔ استیعاب ابن عبد البر حاشیہ اصابہ صـ۳۵ مطبوعہ مصر صواعق محرقہ ابن حجر مکی صـ۱۱۶ طبع میمنیہ مصر۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی صـ۱۴۱ طبع لاہور۔ ماثبت من السنۃ صـ۳۵ طبع کانپور۔)

---

## فرشتوں کا غمِ حسینؑ میں قیامت تک روتے رہنا

(الف) اخبرنا ابو نصر عن والدہ باسنادہ عن ابی اسامہ عن جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ قال ھبط

ابو نصر اپنے والد کے اسناد سے ابو اسامہ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ روز شہادت (مقام)

علی قبر الحسین بن علی رضی اللہ عنہما یوم اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیامۃ۔

قبر حسینؑ پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے کہ وہ قیامت تک حضرت پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔

("غنیۃ الطالبین" پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی جلد دوم ص۶۱ و ۶۲ طبع مصر)

(ب) در مصباح القلوب مذکور است کہ کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ روزے اہل مدینہ را از تلاطم وفتنہا کہ در کتابہا خواندہ بود خبری داد۔ گفت بداں خدائے کہ جان کعب بدست اوست خواندہ ام کہ روزے کہ وے را (یعنی حسینؑ را) شہید کنند گروہے از فرشتگان بر سر روضۂ وے بالستند و می گریند کہ ہرگز از گریہ باز نہ ایستند و در ہر شب آدینہ ہفتاد ہزار فرشتہ فرود آیند و بر سر قبر زاری کنند

مصباح القلوب میں ہے کہ کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اہل مدینہ کو اس فتنہ وفساد سے آگاہ کر رہے تھے جس کو انھوں نے توریت میں پڑھا تھا اور یہ کہہ رہے تھے کہ قسم اُس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں کعب کی جان ہے میں نے کتب سابقہ (تورات) میں پڑھا ہے کہ جس دن حسینؑ کو اشقیا شہید کریں گے اس دن فرشتے زمین مقتل ومقام روضہ پر نازل ہونگے اور گریہ وزاری کریں گے۔

| | |
|---|---|
| وچوں بامداد شود بصوامع طاعت خود باز روند۔ (روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی صد طبع کانپور) | اور گریہ میں برابر مشغول رہیں گے اس کے علاوہ ہر شب جمعہ کو ستر ہزار فرشتے آسمان سے حضرت کے مزار پر نازل ہونگے اور گریہ وزاری کریں گے |

اور صبح ہوتے اپنے صوامع عبادت میں پلٹ جاویں گے۔

(ج) علامہ محب الدین الطبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ فی المودۃ اہل القربیٰ" کے ساتویں باب میں بسلسلہ " ذکر مقتل الحسینؑ وما جار فی زیارۃ الحسینؑ" تحریر فرماتے ہیں :۔

| | |
|---|---|
| حول قبر الحسین رضی اللہ عنہ سبعون الف ملک شعثا غبرا یبکون علیہ الی یوم القیامہ (اخرجہ حسن العقیقی) | قبر مقدس امام حسینؑ کے ہر چہار جانب ستر ہزار فرشتے ہیں جو گرد و غبار آلود رہتے ہیں اور قیامت تک حضرت پر رویا کریں گے۔ |

(د) رئیس فرقہ اہل سنت شیخ الاعظم محمد بن ابی الفوارس الرازی اپنی کتاب " الاربعین" میں معنعناً امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے آبائے طاہرین کے سلسلہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی ہے (یہ حدیث اصل چالیس حدیثوں میں سے بارھویں حدیث ہے۔ جس کو کہ علامہ ابی الفوارس نے کتاب الاربعین میں

نقل کیا ہے) اس حدیث کا آخری حصہ جس کا ہمارے نفس مضمون سے تعلق ہے وہ یہ ہے :-

والذی نفسی بیدہ ان حول قبرہ اربعۃ الاف ملک شعثا غبراً یبکون علیہ الی یوم القیامۃ وفی روایۃ قد وکل اللہ تعالیٰ بالحسین علیہ السلام سبعین الف ملک شعثا غبرا یصلون کل یوم ویدعون لمن زارہ ورئیسھم ملک یقال لہ منصور فلا یزورہ زائر الا یستقبلوہ ولا ودعہ مودع الا شیعوہ ولا یمرض الا عادوہ ولا یموت الا صلوا علی جنازتہ واستغفروا لہ بعد موتہ۔

حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے امام حسینؑ کی قبر کے ہر چہار جانب چار ہزار بال پریشاں و پراگندہ مو فرشتے ہیں جو حضرت پر قیامت تک روتے رہیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار پراگندہ مو و بال پریشاں فرشتوں کو قبر حسینؑ پر موکل فرمایا ہے جو روزانہ نماز پڑھتے ہیں اور جو زیارت کو جاتا ہے اس کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور فرشتوں کے سردار کا نام منصور ہے۔ پس جب کوئی زائر زیارت کرنے جاتا ہے تو یہ فرشتے استقبال کرتے ہیں اور جب زائر واپس ہوتے ہیں تو یہ کچھ دور تک رخصت کرنے جاتے ہیں اور اگر کوئی زائر بیمار ہو جاتا ہے

تو یہ عیادت کرتے ہیں اور اگر کوئی مرجاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

---

# جنّات کا رونا اور نوحہ کرنا

(الف) واخرج ابونعیم فی الدلائل عن ام سلمۃ قالت سمعت الجن تبکی علی الحسین وتنوح۔

حافظ ابونعیم نے دلائل میں حضرت ام المومنین ام سلمہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے جنوں کو سنا کہ وہ حسینؓ پر روتے اور نوحہ کرتے تھے۔

(ما ثبت من السنۃ" شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص۲۹ طبع کانپور۔ صواعق محرقہ۔ طبع میمنیہ مصر ص۱۱۔ تحریر الشہادتین ص۹۴ طبع لکھنؤ۔)

(ب) واخرج ثعلب فی امالیہ عن ابی حباب الکلبی قال اتیت کربلا فقلت لرجل من الاشراف بہا بلغنی انکم تسمعون نوح الجن فقال ما تلقی احد الا

ثعلب نے امالی میں ابی حباب کلبی روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں کربلا سے آیا پس میں نے ایک شخص سے جو وہاں کے اشراف میں سے تھا۔ پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم لوگ

خبرك انه سمع ذلك۔ | جنوں کے نوحے سُنا کرتے ہو۔ انہوں

نے جواب دیا کہ جس سے ملوگے وہ یہی بیان کرے گا کہ ہم نے نوحہ سُنا ہے۔

(ماثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی) صـ۲۹ طبع کانپور

(ج) واخرج ابونعیم عن حبیب بن ثابت سمعت الجنیۃ تنوح علی الحسین وھی تقول ؎

مسح النبی جبینہ
فلہ بریق فی الخدود
ابواہ فی علیا قریش
وجدہ خیر الجدود

یخرج عن مزیدۃ عن جابر الحضرمی عن امہ قالت سمعت الجن تنوح علی الحسین وھو تقول ؎

العنی حسین ھبلا
کان حسینا جبلا

حافظ ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جنیہ کو سُنا کہ وہ امام حسینؑ پر نوحہ کرتی ہے اور کہتی ہے رسول صلعم نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اُن کے رخسار میں چمک ہے ان کے باپ دادا قریش کے بزرگ ہیں اور اُن کے نانا سب سے بہتر ہیں جابر حضرمی اپنی ماں کے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک جن کو سنا کہ وہ امام حسینؑ پر نوحہ کر رہا ہے اور کہتا ہے "حسینؑ کی سنانی سنا رہا ہوں۔ وہ غمگین مجھے اور صبر کے پہاڑ تھے"۔ (تحریر الشہادتین صـ۹۶و۹۷ طبع لکھنؤ)

(د) فلما رحلوا من تکریت واتوا علی وادی النخلة فسمعوا بکاء الجن وهن یلطمن خدود هن ویقلن سحراً ـــــ فقالت ام کلثوم من انت یرحمک اللہ تعالیٰ قال انا ملک الجن اتیت انا وقومی لنصرۃ الحسینؑ ووجدنا مقتولہ فلما سمع الجیش ذلک یتقوا بکونهم من اهل النار۔

جب فوج یزید اہل بیت کو اسیر کرکے دمشق کی طرف منزل بمنزل جارہی تھی اور مقام تکریت سے کوچ کرکے وادیٔ نخلہ میں پہونچی تو اُن لوگوں نے جنّات کو روتے ہوئے سُنا اس حالت میں کہ جن اپنے رُخسار پر دوہتڑ مار رہے تھے۔ اور یہ نوحہ پڑھ رہے تھے...... جب حضرت ام کلثوم نے سنا تو فرمایا خدا تم پر رحم کرے۔ کون ہو۔ جواب ملا کہ میں قوم جن کا بادشاہ ہوں۔ میں مع جنّات کی فوج کے امام حسینؑ کی مدد کے لئے آیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ہم دیر سے پہونچے اور حضرت شہید ہوگئے۔ جب فوج یزید نے سُنا تو اُن کو یقین ہوگیا کہ وہ دوزخی ہیں۔ (ینابیع المودۃ جلد دوم شیخ الاسلام قندوزی۔ طبع قسطنطنیہ ص۳۵۱ و ص۳۵۲)

## زمین اور آسمان کا غم حسینؑ میں رونا اور اظہار غم کرنا

(الف) اخراج الثعلبی عن

امام ثعلبی نے سدی سے روایت

السدی قال لما قتل الحسین
بن علی بکت علیہ السماء
وبکاؤھا حمرتھا وحکی ابن
سیرین ان الحمرۃ لم تر قبل
قتلہ وعن سلیم القاضی قال
مطرنا السماء دما ایام
قتلہ ۔ وقال علی فما بکت
السماء والارض الا یحیی بن
زکریا وعلی حسین ابنی و
عن کثیر بن شھاب الحارثی
قال بینما نحن جلوس عند
علی فی الرحبۃ اذ طلع الحسین
قال ان اللہ ذکر قوما لقولہ
فما بکت علیھم السماء
والارض عن ابن عباس قال
ان یوم قتل الحسین قطرت
السماء دمًا وان ھذہ

کیا ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے
تو حضرت پر آسمان رویا اور اس کا
رونا آسمان کی سرخی ہے ابن سیرین
کہتے ہیں کہ آسمان کی سرخی قبل شہادت
امام حسینؑ نہیں دکھلائی دیتی تھی
قاضی سلیم کہتے ہیں کہ شہادت امام
کے ایام میں آسمان سے خون برسا
حضرت علیؑ نے فرمایا کہ زمین اور
آسمان نہیں روئے ۔ سوائے
یحیٰی اور میرے فرزند حسینؑ پر ۔
کثیر بن شہاب الحارثی بیان کرتے
ہیں کہ مقام رحبہ میں ہم لوگ حضرت
علیؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے
میں امام حسینؑ نظر پڑے تو امیر المومنین
نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اس
آیت فما بکت علیھم السماء
والارض میں کچھ لوگوں کا ذکر کیا

الحمرۃ التی تری فی السّماء ظهرت یوم قتلہ ولم ترقبلہ ان ایام قتلہ لم یرفع حجر فی الدنیا الا وجد تحتہ دم۔

قسم ہے اس کی جس نے دانوں کو شگافتہ کیا ہر آئینہ یہ میرا فرزند قتل کیا جائے گا اور اس پر آسمان اور زمین روئیں گے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جس دن امام حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے خون ٹپکا اور آسمان کی سُرخی جو دکھلائی دیتی ہے اسی دن سے ظاہر ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں نظر آتی تھی اور ان دنوں جب حضرت شہید ہوئے دنیا میں زمین سے کوئی پتھر نہیں اٹھایا جاتا تھا مگر اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا۔ (ینابیع المودۃ للقندوزی جلد دوم ص۳۵۶ و ص۳۵۷ طبع قسطنطنیہ)

(ب) عن نصرۃ الازدیۃ انھا قالت لما قتل الحسین بن علی امطرت السّماء دما فاصبحنا وحبابنا وجرادنا مملوۃ دما وظھر یوم قتلہ من الایات ایضا ان السماء اسودت اسودا عظیما حتی رؤیت النجوم نھارا ولم یرفع حجر الا وجد تحتہ

نصرۃ الازدیہ کہتی ہیں کہ جب امام حسینؑ قتل ہوئے آسمان سے خون برسا۔ ہم لوگوں نے اس حالت میں صبح کی تھی کہ ہمارے تمام گھڑے مٹکے خون سے بھر گئے تھے۔ اور شہادت کے دن بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ آسمان بالکل سیاہ ہو گیا گھٹا ٹوپ اندھیاری کی وجہ سے

دم عبیط وان السّماء احمرت
لقتله وانکسفت الشمس
حتی بدی الکواکب نصف النهار
وظن الناس ان القیامة قد
قامت وان السّماء مکثت بعد
قتله سبعة ایام تری علی
الحیطان کانها ملاحف معصفرة
من شدة حمرتها وضربت
الکواکب بعضها بعضًا ونقل
ابن الجوزی عن ابن سیرین
ان الدنیا اظلمت ثلاثه
ایام ثم ظهرت الحمرة فی السّماء
وقال ابو سعید مارفع حجر من
الدنیا الا وتحته دم عبیط ولقد
مطرت السّماء ومابقی اثره فی
الثیاب مدة حتی تقطعت و
اخرج الثعلبی ان السّماء

دن کو تارے دکھلائی دیئے۔ کوئی
پتھر نہیں اُٹھایا جاتا تھا مگر اس کے
نیچے خون تازہ ملتا تھا۔ آسمان
حضرت کی شہادت کی وجہ سے بالکل
سُرخ ہوگیا۔ سُورج کو گہن لگ گیا
یہاں تک کہ دن دوپہر تارے
دکھلائی دیئے لوگوں نے خیال کیا
کہ قیامت آگئی۔ اور آسمان سات
روز تک بالکل سُرخ ہوگیا۔ دیواروں
پر دھوپ کی سرخی ایسی معلوم ہوتی
تھی۔ جیسے کسم کی گہری رنگی ہوئی
چادریں ہیں۔ ستارے آپس میں
ٹکراتے تھے۔ علامہ ابن جوزی ابن
سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ بعد
شہادت پہلے دنیا تین دن تک
اندھیری رہی اس کے بعد آسمان
سُرخ ہوا۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ دنیا

بکت وبکاھا احمرتھا وقال
غیرہ احمرت آفاق السماء
سبعة اشھر بعد قتلہ ثم
لا زالت الحمرة تری بعدذلك
وان ابن سیرین قال اخبرنا
ان الحمرة التی من الشفق لم
تکن قبل قتل الحسین وذکر ابن
سعد ان ھذہ الحمرة لم
ترفی السماء قبل قتلہ وقال
ابن الجوزی حکمتہ ان غضبا
یوثر حمرة الوجنة والحق تنزہ
عن الجسمیة فاظھر تاثیر
غضبہ علی من قتل الحسین
بحمرة الافق اظھار العظم
الجنایة۔

کوئی پتھر نہیں اٹھایا گیا لیکن اس
کے نیچے تازہ خون تھا۔ اور آسمان
سے خون کی بارش ہوئی یہاں
تک کہ سرخی کا اثر کپڑوں پر مدت
تک باقی رہا اور سرخی نہ چھوٹی۔
سوائے اس کے کہ کاٹ ڈالا گیا۔
امام ثعلبی نے روایت کی ہے کہ آسمان
کے کنارے (شدت کے ساتھ) چھ
ماہ تک بعد شہادت سرخ رہے۔
اس کے بعد بھی سرخی مٹی نہیں۔
بلکہ بعد کو بھی دکھلائی دیتی ہے۔
ابن سیرین کہتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر
پہونچی ہے کہ شفق کی سرخی قبل
شہادت حسین نہیں دکھلائی دیتی
تھی۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ
سرخی قبل شہادت امام آسمان پر نہیں دکھلائی دیتی تھی۔ علامہ ابن الجوزی
کہتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ غصہ کی وجہ سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور

خدا کی ذات جسم و جسمانیت سے بری ہے اس لئے اس نے امام حسینؓ کے قتل میں اپنے غیظ و غضب کا اظہار آسمان کے کناروں کے سرخ ہونے سے کیا۔ تاکہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ اُمت نے بہت بڑا گناہ کیا۔

(صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۱۶ ۔ طبع میمنیہ مصر)

(ج) ولما قتل الحسین بکت الدنیا سبعۃ ایام والشمس علی الحیطان کالملاحف المعصفرۃ والکواکب یضرب بعضہا بعضا وکان قتلہ یوم عاشوراء وکسفت الشمس ذلک الیوم واحمرت آفاق السماء ستۃ اشہر بعد قتلہ ثم لا زالت الحمرۃ تری فیہا بعد ذلک الیوم ولم تکن فیہا قبلہ۔

اور جب امام حسین شہید ہو گئے سات دن تک دنیا روئی اور آفتاب دیواروں پر ایسا تھا (یعنی دھوپ) جیسے کسم کی رنگی ہوئی چادریں اور ستارے آپس میں ٹکراتے تھے اور روز عاشور شہید ہوئے اور اسی روز سورج کو گہن لگا۔ اور بعد شہادت چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے پھر اس روز سے ہمیشہ سُرخی دکھائی دیتی ہے۔ اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آتی تھی۔ (ماثبت بالسنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صـ۲۵ و صـ۲۶ کانپور)

آسمان کے رونے کا ذکر تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۶

صفحہ ۳۹ مصر اور تفسیر فتح البیان جلد ۸ صـ۳۳۶ طبع مصر میں بھی ہے۔

# اولیاء عظام وصوفیائے کرام کا غم حسینؑ میں رونا

وقال الزهری لما بلغ الحسن البصری خبر قتل الحسین بکی حتی اختلج صدغاه ثم قال اذالله امة قتلت ابن نبیها۔

زہری کہتے ہیں کہ جب خواجہ حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو اس قدر روئے کہ ان کی کنپٹیاں شدتِ گریہ میں پھڑکنے لگیں۔ کہنے لگے کہ خدا اس امت کو ذلیل کرے کہ اس نے اپنے نبی کے نواسے کو شہید کیا۔

سفیان ثوری کے متعلق "مقاتل الطالبین" ابو الفرج اصفہانی کے حوالہ سے اور شیخ کمال الدین کے بارے میں "ذخیرۃ المآل" کے حوالہ سے اس سے پہلے کسی دوسرے مقام پر بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ اہلبیتؑ رسولؐ کے مصائب میں رونے اور فریاد کرنے کو علامتِ ایمان سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ کیونکر گریہ کرتے رہے ہوں گے۔ اسی طرح شیخ سہل عبداللہ تستری کے رونے کا تذکرہ بھی کسی مقام پر "روضۃ الشہدا" ملا حسین واعظ کاشفی کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے۔ اور امام بوصیری اور شیخ شہاب الدین عبدالقادر کے گریہ کے متعلق بھی کسی جگہ تشریح کی جا چکی ہے۔

شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر۔ مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی، مخدوم شیخ علاء الحق پنڈوی، خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسودراز۔ سید عبدالرزاق بانسوی وغیرہم کا ایام عزا میں رونا اور مجالس عزا برپا کرنے کا تذکرہ "غم حسینؑ" کے حوالہ سے اوپر لکھ چکا ہوں۔ اُن کے علاوہ اور بہت سے اولیاء اللہ ہیں جو امام حسینؑ پر گریہ وزاری کرتے اور عشرۂ محرم کو ایام عزا سمجھتے تھے۔

خواجہ منصور اصفہانی، مقتدائے احناف خواجہ علی غزنوی حنفی۔ مجدالدین ہمدانی، شیخ عبدالفتح نصرآبادی، خواجہ محمود حدادی حنفی خواجہ امام شرف الائمہ، ابونصر سنجانی، خواجہ تاج اشعری نیشاپوری، شیخ احمد شیبانی رحمہم اللہ یہ لوگ وہ ہیں جو امام مظلوم کے غم میں گریہ وماتم کرتے تھے دیکھو اخبار الاخیار محدث دہلوی وکتاب نقض الفضائح ملا عبدالجلیل رازی ایسے ہی اور بہت سے مشائخ وصوفیائے کرام ہیں جنکے "ملفوظات" سے ان کے گریہ وزاری وتعزیہ داری کرنے پر روشنی پڑتی ہے۔ جیسے مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی۔ شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی، مخدوم وارث علی شاہ صاحب دیوہ شریف، حافظ محرم علی شاہ صاحب خیرآبادی اور مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب المخاطب بہ مقبول النبی لکھنوی وغیرہم کے، یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو مسلمانوں کے روحانی پیشوا تھے۔ لیکن ان حضرات

کو عزاداری امام مظلوم میں خاص شغف تھا۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جن کے مزار پر سال بھر تک برابر تعزیے رکھے رہتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب المخاطب بمقبول النبی کے حالات میں لکھا ہے:۔

حضرت مولانا در عشرۂ محرم الحرام براستماع مصائب امامین علیہما السلام رغبت میداشتند چنانچہ از شیخ غضنفر علی اکثر مرثیہ ہائے مؤدب و از مولوی نوراللہ کتاب دہ مجلس و دیگر روایات سماعت فرمودہ و آب دیدہ می شدند۔
(انوارالرحمٰن لتنویرالجنان ص ۱۱۵)

حضرت مولانا عشرۂ محرم میں امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہم السلام کے مصائب کو سننے کی جانب راغب رہتے تھے چنانچہ شیخ غضنفر علی اکثر مرثیہ پڑھ کر سناتے اور مولوی نوراللہ کتاب دہ مجلس یا دوسرے روایات کو سناتے تھے جس کو سن کر حضرت آنسو بھر لاتے تھے۔

اسی صفحہ پر ہے:۔

تبدیل پوشاک بروز جمعہ معمولِ حضرت بود مگر در عشرۂ محرم الحرام بروز جمعہ تبدیل پوشاک نمی کردند صرف غسل و پارچۂ مستعمل می

حضرت کا یہ طریقہ تھا کہ ہمیشہ جمعہ کے دن لباس تبدیل فرماتے تھے لیکن اگر جمعہ محرم کی دسویں کو پڑتا تو لباس تبدیل نہیں فرماتے۔ بلکہ

پوشیدند۔

غسل فرماکر استعمالی کپڑا پہن لیتے
تھے۔

---

صفحہ ۱۱۶ پر ہے کہ:۔

در سال آخر عمر شریف یوم عشرۂ
محرّم الحرام بروز جمعہ افتادہ بعد
فراغت نماز جمعہ آنحضرت بر بستر
مبارک دراز شدند واز مریدیں و
معتقدین حاضرین وقت حکایات
معرکۂ کربلا بیان می فرمودند چنانچہ
مولوی نوراللہ کتاب دہ مجلس رو
بروئے آنحضرت می خواندو آں
وآں حضرت بگوش حق نیوش
سماعت فرمودہ آبدیدہ می شدند۔
دریں اثنا بمولوی مجید الدین ہہولوی
مرید خاص را ارشاد فرمودند کہ اندکے
خاک بیارد عرض نمود دریں جا خاکے
بدستم نیامد۔ فرمودند کہ کلو تہہائے گل

حضرت مولانا کی عمر شریف کے آخر
سال عشرۂ محرّم جمعہ کے دن پڑا۔
نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد حضرت
بستر مبارک پر لیٹ گئے۔ اور مریدین
و معتقدین و دوسرے حاضرین کے
مولوی نوراللہ صاحب کتاب دہ مجلس
سے واقعہ شہادت پڑھنے لگے حضرت
نے گوش حق نیوش سے سماعت
فرمایا اور آبدیدہ ہوئے۔ اسی اثنا
میں حضرت نے مولوی مجید الدین صاحب
ہہولوی سے جو مرید خاص تھے یہ
ارشاد کیا کہ تھوڑی سی خاک لاؤ۔
انھوں نے عرض کیا کہ اس جگہ مجھ
کو خاک نہ ملے گی۔ فرمایا کہ یہاں مٹی کے

در اینجا بسیار اند یک کلوخ را سائیدہ
زود تر نزد من آرد آنحضرت برائے
حاجت استنجا تشریف می بردند۔
چنانچہ مولوی مذکور زود کلوخے
را سائیدہ قریب زینۂ مسجد شریف
پیش آنحضرت نمود آنحضرت
یک چٹکی خاک را از دست مبارک
گرفتہ بر سر مبارک کہ برہنہ بود
انداختہ بوقت شام میاں تاج الدین
صاحب و محمد حسین خاں صاحب
کہ از مریدان خاص بودند عرض
نمودند کہ امروز کہ از آنحضرت
حرکتے بوقوع آمد مایاں را خیلے
تعجب رو نمود فرمودند کہ بروز
شہادت امام حسین علیہ السلام
حضرت ام سلمہ در مدینہ منورہ
خوابے دیدند کہ رسول صلعم شیشۂ خوں

کلوخ بہت ہیں ایک کلوخ کو
توڑ کر اس کی خاک میرے پاس
جلد لائیے۔ اس کے بعد حضرت
استنجا کرنے کے لئے تشریف لے
گئے۔ مولوی صاحب موصوف
بہت جلد ہی خاک لے آئے اور مسجد
کے زینہ کے قریب ہی حضرت کی خدمت
میں پیش کیا۔ حضرت نے دست مبارک
سے چٹکی خاک لے کر اپنے سر مبارک
پر ڈال لیا۔ حضرت ننگے سر تھے۔
شام کے وقت میاں تاج الدین
صاحب اور محمد حسین خاں صاحب
جو خاص مریدوں میں سے تھے۔
ان ہر دو صاحبان نے عرض خدمت
کیا کہ آج حضرت سے عجیب حرکت
ظاہر ہوئی ہے (یعنی سر پر خاک ڈالا)
اس کی وجہ سے ہم سب کو سخت

در دست و برہنہ سر و ریش
مبارک گرد آلودمی آیند
حضرت اُم سلمہ عرض نمودند
کہ یا رسول اللہ صلعم من در
دُنیا بدین صورت آنحضرتؐ را
گاہے ندیدہ بودم امروز چہ
واقعہ پیش آمد فرمودند کہ این
وقت من در کربلا در مقتل حسینؓ
خود بودم ہر گاہیکہ خبر شہادت
در مدینہ منورہ رسید ہماں وقت
کہ در خواب دیدہ بودند در جواب
آں باز محمد حسین خاں صاحب عرض
نمودند کہ معاملہ خواب را سنت
پیغمبر تواں گفت فرمودند کہ نزد ما
خواب حضرت اُم سلمہ عین مشاہدہ
است این سنت کہ از من باقی
بود ادا کردم و آں ہم دستور حضرت

تعجب ہے۔ فرمایا کہ روزِ شہادت
امام حسینؓ حضرت اُم سلمہ نے مدینہ
منورہ میں ایک خواب دیکھا
تھا کہ حضرت رسول صلعم ننگے سر ہیں
اور ریش مبارک گرد آلود ہے۔
اور ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس
میں خون ہے۔ حضرت اُم سلمہ نے
نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے
دنیا میں کبھی بھی آپ کو اس حالت
میں نہیں دیکھا۔ آخر کیا ماجرا ہے
حضرتؐ نے فرمایا کہ میں اس وقت
کربلا میں اپنے فرزند حسین کے
قتل گاہ میں تھا۔ اس لئے یہ
حالت ہے۔ جب مدینہ منورہ میں
شہادت کی خبر پہونچی تو معلوم ہوا
کہ امام حسینؓ اسی وقت شہید
ہوئے تھے جس وقت کہ خواب

مولانا بود قدرے از نانہائے لنگر حسینی طلب فرمودہ تبرکاً می چشیدند۔

دیکھا گیا تھا۔ اس کے جواب میں محمد حسین خاں صاحب نے عرض کیا کہ خواب کے واقعات پر بھی سنت رسولؐ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ فرمایا۔ کہ ہمارے نزدیک بی بی ام سلمہ کا عین مشاہدہ ہے۔ یہ سنت جس پر عمل کرنا اب تک باقی تھا آج میں نے اس پر عمل کیا۔ مولانا کا یہ بھی دستور تھا کہ حسینی لنگر سے روٹی طلب کرکے بطور تبرک تھوڑی نوش فرمایا کرتے تھے۔

صفحہ ۱۱۷ پر ہے کہ :۔

شب عاشور بعد نماز تہجد کہ در آن وقت آواز نوحہ ہا بگوش آنحضرت رسید، فرمودند کہ ایں نوحہ کیست؟ حاضرین عرض نمودند کہ صبح یوم عاشور است ایں نوحہ مومنین شیعہ است۔ ارشاد گردید کہ اگر حق تعالیٰ نوحہ آنہا را قبول فرمودہ بہشت بر گریہ امام حسین علیہ السلام موقوف داشتہ۔ شیعہ ہا از سنیاں بازی بردند

ایک مرتبہ شب عاشور نماز تہجد کے بعد نوحہ کی آواز حضرت کے کان تک پہونچی دریافت فرمایا کہ یہ نوحہ کون پڑھ رہا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ عاشور کی صبح ہے۔ مومنین شیعہ نوحہ کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ نے ان لوگوں کے نوحہ کو قبول فرمایا اور بہشت کو گریہ حسینؑ ہی موقوف

حاضرین باز عرض نمودند کہ نوحہ اینہا از خلوص دل نیست فرمودند کہ از سنیاں ایں قدر ہم نمی شود"

دکھا ہے تو شیعوں نے سُنیوں سے بازی جیت لی۔ حاضرین نے دوبارا عرض کیا کہ ان کا نوحہ خلوص سے نہیں ہے۔ فرمایا کہ سنیوں سے تو یہ بھی نہیں ہوتا"

---

## ائمۂ اسلام و علمائے کرام کا غم حسینؑ میں مرثیہ کہنا

امام شافعی نے امام حسینؑ کا مرثیہ کہا ہے۔ (ینابیع المودۃ جلد دوم۔ صفحہ ۳۲۲ و ۳۵۶ ' معراج الاصول حافظ جمال الدین الزرند المدنی)

امام شرف الدین محمد البوصیری نے بھی مرثیہ کہا ہے جو (ہمزیہ کے نام سے) مشہور ہے۔ جس کے کچھ اشعار اس رسالہ میں کسی مقام پر نقل کئے جا چکے ہیں (جواہر العقدین امام سمہودی۔ الحسین جلال الحسینی صفحہ ۲۳۳ طبع مصر)

علامہ عبد الحمید بن ابی الحدید معتزلی نے بھی مرثیہ کہا ہے (الحسین جلال الحسینی ۲۳۳ طبع مصر) علامہ عبد الباقی آفندی العمری الموصلی نے مرثیہ کہا ہے (الحسین ص۲۴۳) علامہ محمد بن عقیل المصری نے مرثیہ کہا ہے (الحسین ص۱۷۵ طبع مصر) علامہ شہاب الدین احمد ابن عبد القادر العجیلی نے بھی مرثیہ کہا ہے (ذخیرۃ المال) ان کے علاوہ علمائے اہلسنت کی کثیر تعداد ہے جنھوں نے مراثی کہے ہیں۔

## امام حسینؑ کا مرثیہ کہنے والے کا مجاہدین کربلا میں شمار ہونا

وتقل ابن الجوزی ان ابن الھباریۃ الشاعر اجتاز بکربلا فجعل یبکی علی الحسین واھلہ رضی اللہ عنھم و انشد شعرا ...... ثم نام فی مکانہ فرائی النبی صلعم فی المنام فقال لہ جزاک اللہ خیرا البشر فان اللہ قد کتبک ممن جاھدین بین یدی ابنی الحسین۔

(ینابیع المودہ جلد دوم ص۳۲۲ طبع قسطنطنیہ)

علامہ سبط ابن الجوزی اپنے تذکرہ خواص الامتہ میں لکھتے ہیں کہ ابن ہباریہ شاعر کا گزر جب کربلا سے ہوا تو امام حسینؑ کی مصیبت پر رونے لگا۔ اور یہ مرثیہ کہا۔ اس کے بعد سو گیا اور خواب میں حضرت سرور عالمؐ کو دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں خدا تجھے نیک بدلا دے۔ تجھ کو بشارت ہو کہ اس کے عوض میں خدا نے تجھے مجاہدین کربلا کے گروہ میں قرار دیا ہے۔

# خاتم العلماء عزیز المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

## مصنف "تحفۂ اثنا عشریہ" کا

## مجلس کرنا اور سلام اور مرثیوں کو سُن کر رونا اور باعث ثواب سمجھنا

مولانا شاہ محمد فخر عالم صاحب سجادہ نشین خانقاہ بھاگلپور نے اپنے قدیم کتابوں اور خطوں کے ذخیرہ میں سے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ایک پرانا مکتوب عزاداری اور مجالس کے متعلق حاصل کر کے مجلۂ علمیہ "معارف" بابتہ ماہ اکتوبر ۳۲ء آثار علمیہ و ادبیہ کے تحت میں شائع کر دیا ہے۔ اس خط کے متعلق مولانا شاہ فخر عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"یوں تو مراسلہ نگار کی ذات ہی اس قابل ہے کہ جو ٹکڑا بھی آپ کی تصنیف و تالیف کا مل جائے تو ہم لوگوں کے لئے باعث صد نازش ہے۔ چہ جائیکہ ایسے موضوع پر کہ جس کے عمل کی وجہ سے صوفیائے کرام کا گروہ ہدف ملامت ہوتا آ رہا ہے آپ جیسے متبحر فاضل و محدث کا لکھا ہوا خط جس میں اپنے عمل اور معمولات کو ظاہر کرتے ہیں کیونکر قابل قدر اور لائق عمل ہو۔"

# نقل خط حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ

## بنام احمد یار خان ساکن کشن گنج کھگڑا

از فقیر عبد العزیز۔ بعد سلام مسنون
مکشوف ضمیر ودُکا تخمیر باد کہ عنایت
نامہ سامی بار دیگر در مقدمہ
مرثیہ خوانی وغیرہ وصول نمودہ،
آنچہ دریں باب معمول فقیر است
می نویسد از ہمیں جا قیاس باید
کرد در تمام سال دو مجلس در خانہ
فقیر منعقد می شود، یکے مجلس
وفات شریف، دوم مجلس ذکر
شہادت حضرت امام حسین
علیہ السلام و مردم روز عاشورا
یک روز دو روز پیش ازیں
قریب چہار صد یا نصد کس بلکہ

فقیر عبد العزیز کی طرف سے
سلام مسنون کے واضح رائے عالی
ہو کہ جناب کا گرامی نامہ دُوسری
مرتبہ مرثیہ خوانی وغیرہ کے متعلق
موصول ہوا۔ اس بارے میں
فقیر کا جو کچھ معمول ہے اُسے لکھا
جاتا ہے اس سے آپ اندازہ
کر سکتے ہیں۔ پُورے سال میں
فقیر خانہ پر دُو مجلسیں منعقد ہوتی
ہیں۔ ایک ذکر وفات شریف کی
دوسرے شہادت امام حسین علیہ
السلام کے ذکر کی مجلس جو عاشور
کے دن یا اس سے دُو ایک دن

گاہے قریب ہزار کس فراہم می
آیند و درود می خوانند۔ بعد ازاں
کہ فقیر برآید و می نشیند ذکر
فضائل حسنین علیہما السلام
کہ در حدیث شریف وارد شدہ
در بیان می آید و آنچہ در احادیث
اخبار شہادت ایں بزرگاں و بد
مآلی قاتلان ایشاں وارد شدہ
نیز مذکور میشود بایں تقریب لطیفے
شدائد کہ بر جناب ایشاں گزشتہ از
روئے حدیث معتبر بیان کردہ میشود
وہم دریں ضمن مرثیہہائے کہ از مردم
غیر یعنی جن و پری حضرت ام سلمہ
و دیگر صحابہ شنیدند نیز مذکور میشود
بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیات
خواندہ۔ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می
آید و دریں وقت اگر شخصے خوش

پہلے چار سو یا پانچ سو اور کبھی
کبھی ہزار کے قریب لوگ جمع ہو
ہیں اور درود پڑھتے ہیں اس
جب فقیر باہر آتا ہے اور بیٹھتا
تو امام حسنین کے وہ فضائل جو
احادیث میں مذکور ہیں بیان
کئے جاتے ہیں۔ ان بزرگوں
شہادت کے متعلق اور ان
قاتلوں کی بدانجامی کے متعلق
کچھ اخبار و احادیث میں ہے
بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اس
سلسلہ میں اُن شدائد و مصائب
کا بھی تذکرہ ہو جاتا ہے جو ا
معتبرہ کی رو سے آپ حضر
گزرے ہیں اور وہ مرثیے
جاتے ہیں جنھیں حضرت ام
اور دوسرے صحابیوں نے جو

الحان سلام میخواند یا مرثیہ
مشروع شروع می کند اتفاق
شنیدن میشود و ظاہر است کہ
دریں اکثر حضار مجلس را و ایں
فقیر را ہم رقت و بکا لاحق می
شود پس اگر ایں چیز ہا نزد فقیر ہم
وضع جائز نمی بود اقدام بر آں
اصلا نمی کرد و انچہ امور دیگر نا مشروع
است اما حاجت بیان ندارد
امام شافعی می فرماید ؎
لوکان رفضا حب آل محمد
فلیشھد الثقلان انی رافضی
زیادہ بجز توفیق حسنات چہ برنگارد۔

اور پڑیوں ہے سُنا ہے اس کے
بعد ختم قرآن اور پنجسورہ پڑھا
جاتا ہے۔ اس وقت میں اگر
کوئی خوش الحان شخص سلام
یا مرثیہ مشروع پڑھنا شروع
کرتا ہے تو اس کے سننے کا
اتفاق ہوتا ہے اور ظاہر ہے
کہ اس حالت میں اکثر حاضرین
مجلس اور خود فقیر پر گریہ و بکا
طاری ہو جاتا ہے۔ اگر یہ چیزیں
فقیر کے نزدیک اسی طریقہ سے
جائز نہ ہوتیں تو کبھی ان پر اقدام
نہ کرتا اور دوسرے جو غیر شرعی امور
ہیں ان کے بیان کی جانب نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں ؎ اگر آلِ محمدؐ کی
دوستی کا نام رفض ہے تو دونو جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔ فقط

مُہر

۱۱۸۹
ھو العزیز الولی الرحیم

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ خط ان کی فقہ کی کتاب موسوم فتاویٰ عزیزیہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۲۲ھ میں بھی موجود ہے۔ لیکن میں نے دار المصنفین اعظم گڈھ کے ارگن رسالہ "معارف" (جو زیر ادارت سید سلیمان ندوی نکلتا ہے) کے حوالے سے اس لئے لکھا ہے تاکہ اس نمیقہ انیقہ کے مہتم بالشان ہونے میں کسی قسم کا شک نہ رہے۔

## عزاداری آثارِ اسلام میں سے ہے اور اس سے فوائد دینی حاصل ہوتے ہیں

## تعزیہ وامام باڑہ کی تعظیم ضروری ہے

مصنف کتاب معرکہ آرا (یہ کتاب شیعوں کی رد میں ہے) جناب مولانا سلامت علی خاں طبیب ولد شیخ محمد عجیب المعروف بہ خذاقت خاں دہلوی ثم بنارسی جو ارشد تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں اور جن کا شمار افاضل متکلمین اہلسنت میں ہے۔ اپنی کتاب تبصرۃ الایمان (یہ کتاب بھی شیعوں کی رد میں ہے) کے صفحہ ۱۲۰ میں تعزیہ داری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| للہ الحمد کہ آں از آثارِ اسلام وعالمے بوجوہات کثیرہ ازاں بہرہ اندوزند | خدا کا شکر ہے کہ تعزیہ داری آثار اسلام میں سے ہے اور ایک عالم |

فوائد دینی ازاں حاصل است

بہت سی وجہوں سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اور اس سے دینی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

اس عبارت کے بعد امام باڑہ اور تعزیہ کی تعظیم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

وشک نیست درآں کہ امام باڑہ و نقل تربت شریف بعد مرتب شدن لائق تعظیم است بالضرور و ادب آں شایانِ ایمان۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام باڑہ، تعزیہ، تربت اور ضریح وغیرہ بنے اور مرتب ہونے کے بعد ضروری اور لازمی تعظیم کے لائق ہیں اور ان چیزوں کی تعظیم اور ادب کرنا اہلِ ایمان کے شایانِ شان ہے (تبصرۃ الایمان ص۲۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۶ھ)

مولانا عبدالرحمٰن صاحب المخاطب بمقبول النبی "تعزیہ" کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

ایں در ہندوستان شعائر اعظم دین است چرا کہ نام نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلند گردیدن گویا نام آنحضرت صلعم بلند شدن است وعلاوہ ازیں نفع رسانی خلائق بہر نوع می شود۔

تعزیہ ہندوستان میں دین کے شعائر اعظم میں سے ہے۔ اس لئے کہ نواسۂ رسولؐ کے نام کا بلند ہونا گویا خود آنحضرت صلعم کے نام بلند ہونا ہے۔ اس کے علاوہ اس سے نفع خلائق تو

و در باب رفتن زیارت تعزیہ ہا
ارشاد فرمودند کہ اگر تعزیہ را ضریح
مبارک تصور گردیدہ بہماں آداب
روند مضائقہ ندارد و اگر بانس
و کاغذ فقط خیال کردہ برائے
سیر روند نباید و مقام زیارت
را سیر گفتن موجب خطا ست۔
درمیان ہمیں گفتگو شخصے عرض
نمود ضریح مبارک یک است
و ایں تعزیہ ہا ہزاراں اند تعظیم
و آداب چگونہ شود۔ فرمودند کہ در
مکہ شریف خانۂ خدا ایک است و نقل
آں ہزار ہا مسجد اند چگونہ تعظیم
آنہا میسازند۔

تو ہر نوع حاصل ہوتا ہی ہے
اور تعزیہ کی زیارت کرنے جانے
کے لئے ارشاد فرمایا کہ اگر تعزیہ
کو ضریح مبارک سمجھ کر اسی ادب
و احترام کے ساتھ جائیں تو اس
میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن
اگر صرف بانس اور کاغذ سمجھ کر
سیر کرنے کے لئے جائیں تو ایسا نہ
چاہیئے۔ زیارت کی جگہ کو سیر کہنا
یہ غلطی ہے۔ دورانِ گفتگو میں ایک
شخص نے عرض کیا کہ ضریح مبارک
(جو کربلا میں ہے) وہ ایک ہے اور
تعزیہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔
لہذا تعظیم و ادب کیونکر ہو۔ فرمایا
کہ مکہ شریف میں خانۂ خدا ایک ہی ہے۔ اور اس کی نقل میں ہزاروں
مسجدیں ہیں تو ان مسجدوں کی کیوں کر تعظیم کی جاتی ہے۔

(انوار الرحمٰن تنویر الجنان ص۱۱۵)

## علمائے صالحین نے تعزیہ داری کی ترویج کیلئے فتویٰ دیا ہے

## اور محیُ السنۃ اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہِ ہند تعزیہ داری کا کبھی مزاحم نہیں ہوا (۹)

یہ ظاہر ہے کہ سلاطینِ مغلیہ کے زمانہ میں عُلمائے اہلِ سنت کا کافی دور دورہ رہا ہے وہ حضرات احیائے سنت و محو بدعت میں برابر جد وجہد کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں بھی یہ حالت رہی ہے کہ شیخ النبی صدر۔ اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سُلطان پُوری ایسے کٹر اور سخت قسم کے علماء استیصالِ بدعت اور امحائے رواسم غیر شرعی میں بیحد کدو کاوش کرتے رہے ہیں بس انتہا یہ تھی بیچارے شیعہ بجرمِ رفض روزانہ قتل کیئے جاتے تھے اور ان کی لاشیں قبر سے نکال کر پھینک دی جاتی تھیں اور انھیں علماء کے فتادے مظالم اور خونِ ناحق کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ (جیساکہ آئینِ اکبری، اکبر نامہ، تاریخ منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی سے ظاہر ہے) جب اکبر کے زمانہ میں یہ حالت تھی تو پھر متعصب سلاطین کے دور میں جو حالت رہی ہو گی وہ ظاہر ہے۔ اس زمانہ دراز میں عُلمائے اہلسنت

برابر کتابیں لکھتے رہے، فقہی مسائل تصنیف کیے گئے۔ فتاوے کی بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئیں۔ مثل فتاوائے عالمگیری، فتاوائے قاضی خاں مگران مسند نشینانِ شریعت نے کوئی فتویٰ عدم جواز تعزیہ داری پر یا اُس کے بدعت و حرام ہونے کے متعلق کبھی بھی نہیں دیا اور نہ اپنی کتابوں میں ہی اُس کے خلاف کچھ تحریر فرمایا۔ اور نہ کبھی بادشاہِ وقت کو اس کے انسداد کی ترغیب دی۔

شاہجہاں جو ایک باخبر اور متعصب بادشاہ تھا اُس نے بھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ اُس بادشاہ کا وزیرِ اعظم سعد اللہ خاں جو عالم متبحر تھا۔ اور اُس کا عہد قاضی القضاۃ مستعد خاں جو سخت قسم کا حنفی المذہب تھا مگران دونوں نے بھی کسی قسم کا تعزیہ داری کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر جس کی شرعی ہیبت اور پابندی دین کا اُس وقت ڈنکا بج رہا تھا۔ اور جو "محی السنۃ" کے نام سے اُس وقت یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ بھی کبھی تعزیہ داری کا مزاحم نہیں ہوا۔

مولانا عبدالواحد نبیرۂ مولانا عبدالعلی فرنگی محلی اپنے رسالہ "ازالۃ الاوہام" میں لکھتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| مراسمِ تعزیہ داری امام علیہ السلام ازصدہا سال جاری و مروج است | مراسمِ تعزیہ داری صدہا سال سے جاری و مروج ہیں متشرع شاہانِ اسلام |

ودر زمانۂ سلاطین اہلِ اسلام
و متشرع مانند جلال الدین اکبر و
جہانگیر و شاہجہاں و عالمگیر اورنگ
زیب وغیرہ کہ در تمامی ملک خود
نافذ الامر کلی بودند لوازم تعزیہ
داری بوجہ احسن بتقدیم می رسید
و نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم
شاہجہاں عالم متبحر و قاضی القضات
مستعد خاں خود کہ ہر ایک حنفی المذہب
بودند و دیگر علمائے آں زماں اگر
مراسم مذکورہ را خلاف شرع دیدے
بندا شتند بحضور سلاطین معروض
ساختہ در تمامی ملک موقوف
می کنانیدند کہ در سرکار شاہی
اختیار کلی می داشتند و بادشاہ
ہم متشرع بودند بذات خود در
تمامی ملک و تحت حکومت خود

کے زمانہ میں بھی مثل جلال الدین اکبر،
جہانگیر، و شاہجہاں اور عالمگیر اورنگ
زیب کے زمانہ حکومت میں تعزیہ
داری ہوتی تھی۔ یہ وہ سلاطین تھے
جو مملکت ہند میں قابو یافتہ تھے اور
ان کے حکم احکام جاری تھے اس
زمانہ میں بھی تعزیہ داری کے
رسوم اچھی طرح ادا کئے جاتے
تھے۔ نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم
شاہجہاں بادشاہ ایک زبردست
عالم متبحر تھا۔ ایسے ہی قاضی القضات
مستعد خاں جو علامہ دوراں تھے۔
یہ لوگ حنفی المذہب کے سختی سے
پابند تھے۔ ان کے علاوہ دُوسرے
عُلمار بھی تھے۔ لیکن ان میں سے
ایک نے بھی تعزیہ داری کی مخالفت
نہیں کی۔ اگر تعزیہ داری خلاف

در تمامی ملک و تحت حکومت خود موقوف میکردند و در آں عہد عموماً و خصوصاً مروّج بود و تا حال جاری است و انشاء اللہ تا قیامت جاری خواہد ماند و کسے از عوام و خواص ازاں زماں تا حال انحراف ازاں نہ کردہ دریں صورت ترویج آں باجماع اُمت ثابت و متحقق است۔

شرع ہوتی تو یقیناً یہ لوگ بادشاہ سے کہہ کر بند کرا دیتے اس لئے کہ یہ لوگ دربار شاہی میں کافی رسُوخ و اختیار رکھتے تھے۔ اور خود بھی متشرع و پابند مذہب تھے اس لئے اگر کوئی اس جانب ان کو متوجہ بھی کراتا تو خود سے بند کرا دیتے لیکن اس کے برعکس تعزیہ داری اس زمانہ میں

عام طور سے جاری تھی اور اب بھی رائج ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔ آج تک کسی نے بھی چاہے عوام میں سے ہو یا خواص میں سے اس زمانہ سے اب تک کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی' اس صورت میں گویا تعزیہ داری کی ترویج اجماعِ اُمت سے ثابت و متحقق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اُس زمانہ کے عالمانِ دین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیدیا تھا:۔

علمائے صالحین ایں عصر رواسم مذکورہ را از شعائر اسلام تصوّر

اُس زمانہ کے علمائے صالحین نے تعزیہ داری کو شعائر اسلام

فرمودہ قطعاً فتویٰ برائے ترویج وقیام آں دادہ اند لیس ازیں عہر وزماں علمائے صالحین بہ ترویج و قیام تعزیۂ امام مظلوم حکم کردا ند بجا و درست و ترویج آں موجب ثواب واجر عظیم است۔

(ازالۃ الاوہام مصنفہ مولانا عبد الواحد نبیرہ مولانا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی)

سمجھتے ہوئے اُس کی ترویج وبقا کے لئے فتویٰ دیا ہے۔ پس اُس زمانہ کے علمائے صالحین نے تعزیہ رکھنے اور تعزیہ داری کرنے کے بارے میں جو فتویٰ دیا ہے وہ بالکل صحیح و درست ہے اور تعزیہ داری کی ترویج ثواب واجر عظیم کا سبب ہے۔

---

## تعزیہ وغیرہ بنانا ادلۂ شرعیہ سے جائز ہے بدعت نہیں ہے

متاخرین علمائے ہند میں قدوۃ المحققین مولانا حافظ شاہ محمد فائق صاحب حنفی ہنسوی محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ مولانا ایک زبردست محقق اور صاحبِ تصنیف کثیرہ ہیں۔ آپ نے جوازِ تعزیہ داری میں ایک محققانہ اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ جس سے آپ کی قوت استدلال و استنباط کا پتہ چلتا ہے۔ اِس رسالہ کا نام "جواز التعزیۃ من الادلۃ الشرعیۃ" ہے۔ جو " دافع الزام " کے نام سے مشہور ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۲۳ھ میں مطبع عصر جدید

میرٹھ میں چھپا ہے۔ مطبوعہ رسالہ مجھ کو مولانا مرحوم کے پوتے اور جانشین جناب مولانا حافظ شاہ عبدالقادر صاحب ہنسوی ادام اللہ فیوضہ نے عطا فرمایا ہے۔

اس رسالہ کی توثیق بھی مولانا عبدالقادر صاحب زاد مجدہٗ نے فرمائی ہے جو اس مقام پر درج ہے:۔

**توثیق**

رسالہ انیقہ "دافع الزام" اعنی "جواز التعزیہ من الادلۃ الشرعیۃ" میرے جدامجد حضرت مولانا دبالفضل اولٰنا مرشدنا حافظ شاہ سید محمد فائق[1] صاحب واسطی نظامی نیازی قدس سرہ کی مبارک تصنیف ہے جو مطبع میرٹھ میں حسب ایماء جناب راؤ محبوب علی خاں صاحب سابق میں چھپ چکا ہے للہ الحمد کہ اب دوبارہ شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ بالکل صحیح ہے اور اصل نسخہ مصنف قدس سرہٗ سے بالکل مطابق ہے۔ فقط

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ — فقیر سید عبدالقادر نیازی نظامی

---

[1] مولانا کی یہ تصانیف بہت مشہور ہیں (۱) تحقیق الحق فی وجود المطلق (۲) تحقیق الحقائق فی تخلیق الخلائق (۳) تحقیق السماع (۴) تحقیق البدعۃ (۵) تحقیق المبین فی رفع نزاع التابعین۔ (۶) اظہار الحق (۷) تائید اسلام بجواب ترک الاسلام (۸) تنبیہ المنکرین (۹) کاشف الاسرار (۱۰) ہدایت الاسلام فی حق من ترک السلام والکلام (۱۱) کما یقول یقال (۱۲) علم الکونین رسول الثقلین۔ یہ سب کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی جعل لنا ذرائع
حصول الثواب وارسل رسولا
لهدایتنا فعلمنا طریق حصول
النجاۃ والاجتناب من الهلکات
وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه
محمد وآله واصحابه خصوصاً
علی من هو احب الیه من
اهلبیته وعترته اما بعد
فهذا رسالة فی جواز التعزیة
من ادلة الشرعیة اعلم
ان جمیع الاشیاء یثبت احکامها
من الادلة الاربعة الشرعیة
اولها القرآن ثم الحدیث ثم
الاجماع فبعده القیاس اما
القرآن فلا یوجد فیه ممانعة
التعزیه ولا فی الحدیث ایضا

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ
رسالہ جواز تعزیہ میں ہے دلائل شرعی
سے پس جاننا چاہیے کہ اہل علم اس
بات کو جانتے ہیں کہ ہر شئے کے جواز و
عدم جواز کا ثبوت ادلّہ اربعہ شرعیہ
پر موقوف ہے۔ اوّل قرآن دوسرے
حدیث تیسرے اجماع چوتھے قیاس،
قرآن میں تعزیہ کی ممانعت نہیں،
حدیث میں اس کی ممانعت نہیں،
رسول اللہ صلعم نے بطور پیشین گوئی
کے قیامت تک کا حال بیان فرمایا
ہے۔ اس میں اس کا کوئی ذکر
نہیں کیا، خلفائے راشدین نے
اس کو منع نہیں کیا۔ جامع احادیث
صحاح ستہ نے اس کو منع نہیں
کیا۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی

واما الاجماع فان کان
مالاتفاق الالوف من اتباع
شخص واحد وھو یقول
انہ لیس بجائز فمن کان
اتباعہ یقول کھم کمایقال
المتبوع باتباعہ فھذا لیس
باجماع لان قولھم جمیعا
ھو قول واحد للمتبوع فمثل
ھذا الاجماع غیر مقبول
عند اھل العلم وان کان
الوف الالاف فی عقیدۃ
واحدۃ وکل واحد یقول
انہ لیس بجائز فھذا
المجموع من الاقوال لیس
باجماع لانہ لمشارکتھم
فی المشرب کما قال واحد
یقول کلھم جمیعا لامحالۃ

امام مالک، امام احمد بن حنبل جو
تمام مسائل جزئیہ کو اخذ و استنباط
کرنے والے ہیں اور تمام مسلمان
انھیں حضرات کے مقلد ہیں ان میں
سے کسی نے منع نہیں کیا۔ الغرض
ادلۂ اربعہ سے نہ تو قرآن سے
اس تعزیہ کی ممانعت ہے نہ حدیث
سے۔ اب رہا اجماع اور قیاس
اجماع کا یہ حال ہے کہ ایک مقتدا
کے اگر ہزاروں متبع ہوں تو جو
اس مقتدا کی زبان سے نکلتا ہے
جتنے اس کے متبع ہوتے ہیں سب
کے سب اسی کی سی کہنے لگتے ہیں
پس مردمان کثیر تبعین کا باہم ہم
زبان ہونا یہ اجماع نہیں یہ تو ایک
شخص کے قول کی پیروی ہے۔
اسی طرح ہزارہا اشخاص جو ہم

فهذا ایضا لیس باجماع فهو فی الحقیقة ان یکون واحد من اهل العلم محققا ولا یکون احد منه متبعا للغیر ولا یسلکون فی سلک واحد ویجتهد کل واحد علی اصول العام فی جزئیة غیر محکوم علیها فکان احکام مستنطم من الدلائل متفقا جمیعا کلها فهذا الاجماع مقبول عند المحققین وذلک الاجماع لم یوجد فی عدم جواز التعزیة اصلا وما یوجد من الاجماع فی عدم جواز التعزیه فهو اما اقوال المتبعین بقول معتقد اهم او اقوال الذین یکون مسلکهم واحد افما

مشرب اور ہم عقیدہ ہوتے ہیں۔ اور بوجہ ہمخیال ہونے کے اُن سب کی رایوں کا مجموعہ بحیثیت کذائی حقیقۃً ایک رائے ہے۔ پس یہ بھی اجماع نہیں اور تعزیہ کے ناجائز کہنے والے جتنے دیکھے جاتے ہیں یا تو ایک مقتدا کی پیروی کرنے والے ہیں یا بوجہ ہم مشرب ہونے کے جو ایک کا خیال ہوتا ہے وہی اُن سب کا خیال ہوتا ہے پس یہ بھی اجماع قابلِ اعتبار نہیں حقیقۃً اجماع یہ ہے کہ ہر ذی علم جو کسی کا متبع ہو کر حکم نہیں لگاتا یا بوجہ ہم مشرب ہونے کے ایک دُوسرے کی سی نہیں کہتا بلکہ موافق اصول اور قواعد علمی کے اپنے اپنے دلائل اور قرائن سے کسی امر جزئی

يقول كلهم مثله وكلا
هما من اجماعين غير مقبول
عند المحققين لعدم التحقيق
فيهما فلما ظهر من هذا
البيان ان عدم جواز التعزيه
لم يثبت من القران ولا
من الحديث ولا بالاجماع
فبقي من الادلة الاربعة
دليل واحد وهو القياس
ولا بد له من نظير في القران
او في الحديث فبعد التتبع
ولاستقراء فيهما لم يوجد
نظير عدم جواز التعزية
في القران ولا في الحديث
بل خلافه يوجد نظير
جواز التعزية في القران
والحديث البتة وهو كما

پر کوئی حکم لگائے اور بہ حسب
اتفاق ان سب کے احکام ایک
دوسرے کے متفق ہو جائیں حقیقۃ
یہ اجماع ہے اور تعزیہ کے عدم
جواز میں اس قسم کا اجماع پایا
نہیں جاتا۔ پس اس اجماع سے
تعزیہ کا عدم جواز ثابت ہوا نہ
حدیث سے نہ اجماع سے۔ اب
رہا قیاس۔ قیاس کے لئے
قرآن اور احادیث میں اس
کی نظیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ
جو حکم مقیس علیہ میں ہو وہی
مقیس میں بھی ہو۔ اس مقیس
تعزیہ کے عدم جواز کے لئے قرآن
اور حدیث میں کوئی نظیر نہیں ملتی
تاکہ عدم جواز کا حکم لگایا جائے
بلکہ اس کے خلاف کی نظیر موجود

ان المساجد المختلفة الاشکال
نقل العمارة الکعبة الشریفة
هکذا التعزیة المختلفة الاشکال
نقل العمارة روضة سید الشهداء
علیه السلام فکما بناء المسجد
جائز شرعا هکذا بناء التعزیة
جائز قیاسا بل من الحدیث ایضا
وهو ما روی عن ابن عباس
قال فان کنت لابد فاعلا
فاصنع الشجر ومالا روح
فیه والظاهر ان التعزیة
غیر ذی روح ولا نقل من
روضة سید الشهداء علیه
السلام ولـه عمارة لیس
لنفس ولا روح فثبت جواز
بناء التعزیة من الحدیث
والقیاس کلیهما والا مر

وہ یہ کہ تمام مختلف صورتوں کی
مسجد خانۂ کعبہ کی نقل ہیں دلیل
اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ جس
طرح خانۂ کعبہ کو خانہ خدا کہتے ہیں
اسی طرح ان مسجدوں کو خانہ خدا
کہتے ہیں۔ اور جو شرائط و آداب
خانۂ کعبہ کے لئے ہیں وہی شرائط و
آداب مسجدوں کے لئے ہیں اس سے
ثابت ہوا کہ یہ مسجدیں حقیقۃً خانہ
کعبہ کی نقل ہیں۔ پس جس طرح
ان مختلف صورتوں کی مسجدیں
خانۂ کعبہ کی نقل ہیں جو ایک عمارت
ہے اسی طرح یہ مختلف صورتوں
کے تعزیے حضرت سید الشہداء
علیہ السلام کے روضۂ متبرکہ کی
نقل ہیں جو ایک عمارت ہے اور
جس طرح ان مسجدوں کا بنانا

المتفق علیہ اف ما ثبت من
القرآن او الحدیث او بالاجماع
او بالقیاس لا یقال لہ بدعۃ
سئیۃ علیہ جہالتہ عن الا
صول فمن اشتہر فی الا
شتہار ان التعزیۃ بدعۃ
وکل بدعۃ ضلالۃ فہو خطاء
ولیس ھذا الا تعصبا وخدعۃ
للعوام لیترک الناس بناء
التعزیۃ وسد باب الخیر
بحیلتہا فان قلت ما یقول
ان بناء التعزیۃ غیر جائز
وانما تمنع بنائہ لاختلاط الامور
غیر الشرعیۃ فیہا قلت
ان الملازمۃ جائز شرعا و
من کان ملازما یلخذ الرشوۃ
وھو حرام فیمنع عن الملازمۃ

شرعاً جائز ہے اسی طرح ان تعزیوں
کا بنانا باعتبار حکم مقیس علیہ کے
شرعاً جائز ہوا بلکہ موافق اس
روایت کے جو ابن عباس سے
مروی ہے قال فان کنت لابد
فاعلا فاصنع الشجر ومالا
روح فیہ۔ یعنی اگر کسی چیز کی
تصویر بنانا ضروری سمجھے درخت
کی یا ایسی چیز کی تصویر بنانا چاہیئے
کہ جس میں رُوح نہیں ہوتی اور یہ
ظاہر ہے کہ تعزیہ ذی روح نہیں
پس اس حدیث سے بھی تعزیہ
بنانے کا ثبوت ہوا۔ جب ان
چاروں ادلہ شرعیہ سے تعزیہ کا
عدم جواز ثابت نہ ہوا بلکہ برعکس
اس کے قیاس اور حدیث سے
اس تعزیہ بنانے کا جواز نکلتا ہے

اوعن اخذ الرشوة والوكالة
شرعًا جائز وما يتصرف فيها
من عندى فهو غير جائز
فيمنع عن الوكالة اوعن
التصرف من عندى والمرافعة
عند الحاكم للتصفية جائز و
اثبات الدعوىٰ من الدلائل
الغير الواقعة ممنوع فيمنع
عن المرافعة واثبات الدعوىٰ
من الدلائل الغير الواقعة
ممنوع فيمنع عن عن المرافعة
اوعن ثبوت الدعوىٰ عن
الدلائل الغير الواقعة
والا شهادة عند الشرع
جائز والكذب فيه ممنوع
فيمنع عن الشهادة اوعن
البيان خلاف الواقع والتجارة

تو اب جو صاحب تعزیہ کے عدم
جواز کا حکم کرتے ہیں یہ حکم طبعی
اور اپنے نفس کا ہے حکم شرعی
نہیں جو دوسروں پر حجت ہو
اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے جو امر
قرآن اور حدیث اور اجماع اور
قیاس سے ثابت ہو وہ امر شرعی
ہے اس کو بدعت نہیں کہتے
جب تعزیہ بنانے کا ثبوت حدیث
اور قیاس شرعی سے ثابت ہوا
تو اس کو بدعت کہنا جہالت
اور بے علمی ہے پس بعض لوگوں
نے اشتہاروں میں جو اس
تعزیہ کو بدعت کہہ کر کل بدعة
ضلالة وغیرہ کا مصداق بنایا
ہے یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ
جب اس کا ثبوت حدیث اور قیاس

مشروع والخدع فيها
ممنوع فيمنع عن التجارة او عن
الخدع فيها والصلوة والصوا
فرض والريا فيها ممنوع فيمنع عن
الصلوة والصوا وعن الرياء
والوعظ والنصائح امر ضروري
وتحصيل الدنيا بحيلة ممنوع
فيمنع عن الوعظ والنصيحة او
عن جعله وسيلة للمعاش و
والبيعة افضل لانه موجب
للوصول الى الله وجعله الة
لاكتساب الدنيا او لاظهار
شيخوخته فيها ممنوع فيمنع
عن البيعة او عن جعله ذريعة
للمعاش والتفاخر فكما في
جميع الامور المذكورة يمنع
الممنوعات فيها لا اصلها

شرعی سے ہے جو ادلہ شرعیہ میں پھر
بدعت سیئہ کہنے کی کیا وجہ یہ محض
تعصب اور نفس کی پیروی ہے اور
لوگوں کو دھوکا دینا اور اس حیلہ
سے جو لوگوں میں خیر خیرات ہوتی
ہے اس کو بند کرنا اور خود مناع
الخیر بننا ہے اور جو کہا جاتا ہے کہ
اس تعزیہ کے ضمن میں بعض امور
خلاف شرع پائے جاتے ہیں اس
لئے تعزیہ بنانے کو منع کیا جاتا ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ نوکری کرنا
شرعاً جائز ہے اس کے ساتھ جو
رشوت ستانی ہوتی ہے یہ فعل حرام
ہے پس اس رشوت ستانی سے
روکا جائے گا یا ملازمت کرنے سے
وکالت کرنا شرعاً جائز ہے اپنے
سے خلاف واقع جو کارروائی ہوتی

فكذلك يمنع فى التعزية ما
الحق فيها من المنهيات الشرعية
لاختراع العوام لا عن نفس
التعزية ثبت مشروعية
بالحديث والقياس وان
كان ترك بناء التعزية
ضروريا عند المانعين للحوق
الممنوعات فيترك جميع الممنوعات
الشرعيه فيهن لاشتراك
العلة فيهن جميعًا فلا تخصيص
فى ترك التعزية لا فى غيرها
فبعد ما ثبت من هذا البيان
ان بناء التعزية جائز بالحديث
والقياس فاعلم ان للعلماء
فى جواز التعزية وعدمه اقوالا
مختلفة فقال بعضهم يجوز بناؤه
للمصالح من كثرة الصدقات

ہے وہ ناجائز پس اس کارروائی
ناجائز کرنے سے لوگوں کو وکالت
کرنے سے منع کیا جائیگا یا اُس
بیجا کارروائی کرنے کو منع کیا جائیگا۔
کسی معاملہ کو حاکم کے پاس جاکر
فیصلہ کرانا شرعًا جائز ہے۔ مگر
خلافِ واقع ثبوت پیش کرکے
ڈگری حاصل کرنا ناجائز ہے۔
پس لوگوں کو اُس فیصلہ کرانے
سے روکا جائے گا یا خلاف واقع
ثبوت پیش کرکے جو ڈگری حاصل
کی جاتی ہے اُس سے اس کو
منع کیا جائے گا۔ گواہی دینا
شرعًا جائز ہے مگر کچھ لے لواکر
جھوٹی گواہی دینے سے اُن کو روکا
جائے گا۔ تجارت کرنا شرعًا جائز
ہے۔ مگر دھوکا دیکر جو لوگوں سے

والخيرات لحيلتها وقال
بعضهم لا يجوز ماؤه للقبائح
من الحوق الممنوعات فيها
بافعال العوام وبعض العلماء
يمنع عن روية التعزية ايضا
وقال البعض عن رويتها
يسقط النكاح فان سلم هذا
الفتوىٰ ما بقى احد فى الهند
صحيح النسب وصار كلهم ولد
الزناء لانه ليس احد من
اهل الهند لم يراها وان
كان المفتى اجتنب عن روتيها
ولا نظر اليه قط الا من
احد ادم من يراها البتة و
لما يسقط النكاح بروتها بحكم
هذا الفتوى سقط نكاحهم
برويتها فمن كان من صلبه

نفع حاصل کیا جاتا ہے وہ ناجائز
پس تاجروں کو تجارت کرنے سے
منع کیا جائے گا یا اس دھوکے
سے ان کو منع کیا جائے گا۔ روزہ
نماز فرض ہے مگر ریاکاری کا روزہ
نماز جائز نہیں پس نمازیوں کو
روزہ نماز سے روکا جائے گا یا ان
کو ریاکاری سے باز رکھا جائے گا۔
وعظ و نصائح امر ضروری ہے مگر
کھانے کمانے کی غرض سے جا بجا
وعظ اور نصیحت کی دوکان کھولنا
ناجائز۔ پس واعظین کو وعظ کہنے
سے منع کیا جائے گا یا دُنیا کمانے
کی غرض سے وعظ و نصیحت کرنے
سے منع کیا جائے گا۔ پیری مریدی
عمدہ چیز ہے اس سے خدا تک
رسائی ہوتی ہے مگر کھانے کمانے

نسلہ کان حرامیا فیکون
ھذا المفتی ایضا حرامیا
لسکوتہ من اسباطھم و
بعض حسن العقیدۃ من
العلماء یقول انہ لا نحکم
بینا ئھا ولا تمنع بابنیھا بل اذا
کان محاذا آلی ووقع النظر علیھا
فاکون متاثرا برؤیتھا وکان
عینی جاریا بذکر ما وقع
علی سید الشھداء ومن
معہ علیھم السلام فی معرکۃ
کربلا فھذا الان فقرء
شیئا من القرآن ونجعل
ثوابہ نذرا وھدیۃ لا
رواح المقدسین من شھداء
کربلا علیھم السلام کما
ثبت من الاحادیث وبالنظر

کی غرض سے یا مشائخ بننے کے
خیال سے لوگوں کو کچھ تصرف
دکھلاکر ان کو اپنی طرف متوجہ
کرنا یہ ناجائز۔ پس ان صاحبوں
کو پیری مریدی سے منع کیا جائیگا
یا اس ذریعہ سے دنیا کمانے یا
تفاخر حاصل کرنے سے روکا جائیگا
علی ہذا تعزیہ بنانا ادلہ شرعیہ
میں ہے قیاس اس کو جائز بتلا
رہا ہے۔ اور جو امور خلاف شرع
اس میں شامل ہو گئے ہیں۔
ناجائز ہیں۔ پس تعزیہ جس کا جواز
از روئے قیاس شرعی کے ثابت
ہے اس کو منع کیا جائے گا۔ یا
جو امور خلاف شرع اس میں
شامل ہو گئے ہیں ان کو دور کیا
جائے گا۔ اگر اس خیال سے کہ

الی ان التعزیۃ نقل ومنسوب
الی قبۃ سید الشھداء
علیہ السلام ینظر الیھا
بالادب والتعظیم کما ینظر
الناس الی نقشجات المواقع
المتبرکۃ وتبرکات اخری
وھذا التعظیم والتکریم
لیس للتعزیۃ ولا ما نقلت
عنہ من قبۃ سید الشھداء
علیہ السلام بل ھی تعظیم و
تکریم لصاحب الروضۃ اعنی
حضرۃ سید الشھداء علیہ
السلام کان کل شیئ یضاف
الی معظم ویکرم بما فی قلبہ
من حبہ اعتقادا کما اذا
تلفظ اللہ بالنظر الی انہ
اسم لخالقنا یقال جل جلالہ

اس تعزیہ میں امور غیر شرعیہ
شامل ہو گئے ہیں اس لئے تعزیہ
کو بند کیا جاتا ہے تو جتنے امورِ شرعیہ
بیان ہوئے بوجہ شمول امور ناجائز
کے اُن کو بھی بند کرنا چاہئیے اس
میں تخصیص تعزیہ کی کیا ہے۔ تقریر
بالا سے جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ
تعزیہ کا بنانا قیاس شرعی اور حدیث
کی رو سے جائز ہے تو اب یہ جاننا
چاہئیے کہ علماء میں تعزیہ کے متعلق
مختلف اقوال پائے جاتے ہیں بعض
جائز کہتے ہیں اس لئے کہ لوگ
اس کے حیلہ سے خیر خیرات کی
جانب توجہ کرتے ہیں۔ بعض اس
لئے ناجائز کہتے ہیں کہ اس میں
عوام نے ممنوعات کو بھی داخل
کر دیا ہے۔ بعض تو دیکھنے کو بھی

له وجل شانه واذا اجری
علی اللسان محمد بالنظر الی انه
اسم رسولنا یقال صلی الله
علیه وسلم وان کان هذا
الاسم لغیره لا یصلی
علیه واذا نطقنا باسم
احد من الائمة الاثنا عشر
یقال علیه السلام وان
اسم من هذا الاسماء للغیر
لا یسلم علیه واذا کلمنا من
اسماء الصحابة یقال رضی الله
تعالی عنه وان کان هو اسم
للغیر لا یقال هذا وان صدر
علی اللسان اسم من اسماء
ائمة مجتهدین او شرذمة
من الصالحین یقال رحمة الله
علیه وان کان هذا الاسم

منع کرتے ہیں اور بعضوں کا قول
ہے کہ تعزیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ
جاتا ہے اگر اس فتوے کو مان
لیا جائے تو ہندوستان میں جتنے
ہیں سب حرامی ہوئے جاتے ہیں۔
اس لئے کہ ہندوستان میں
کوئی آدمی ایسا نہ ہوگا جس نے
تعزیہ نہ دیکھا ہو حتی کہ جو صاحب
یہ کہتے ہیں کہ تعزیہ دیکھنے سے
نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ
انھوں نے کبھی تعزیہ نہ دیکھا ہو
مگر اُن کے آباؤ اجداد نے ضرور
دیکھا ہوگا اور جب ان کے فتوے
کے مطابق تعزیہ دیکھنے سے
نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو اُن کے
آباؤ اجداد کی جو نسل ہوئی۔
سب حرامی ہوئی حتی کہ کہنے والا

للغير لا يقال هذا عليه
واذا جاء احد عند الرجل
من احباء ابيه او جده
يكرم ويعظم بالنظر الى
انه محب لا باثه العظمة
والحرمة للكعبة الشريفة
والمدينة المنورة فى قلوب
المؤمنين مستمكنة فلذلك
ما هو منسوب اليها يعظم و
يكرم كما ان غلاف الكعبة
اذا جاء عند الناس فبالنظر
الى انه من الكعبة يستلمونه
بالعظمه ويضعونه على اعينهم
وعلى رءوسهم ورب شيئ
يوتى من المواضع المتفرقة
للبيع الى الكعبة الشريفة
والمدينة المنورة والحاج

خود (مفتی) اپنے کو حرامی بتارہا ہے
وہ علماء جو اچھے عقیدہ والے ہیں
یہ کہتے کہ ہم نہ بنانے کا حکم دیتے
ہیں اور نہ بنانے والے کو منع کرتے
ہیں بلکہ اگر کسی نے بنایا اور ہمارے
سامنے ہوا اور اس پر نگاہ پڑ گئی
تو اس کو دیکھ کر ہم متاثر ہونگے
اور تعظیم بجالاویں گے اور ان
واقعات کو یاد کرکے جو شہدائے
کربلا پر گزرے آنکھوں سے
آنسو جاری ہوجاویں گے اور
آیات قرآنی کو پڑھ کر شہدائے
کربلا کی خدمت میں اس کے
ثواب کو نذر کریں گے اور اس
حیثیت سے کہ تعزیہ نقل ہے
اور منسوب ہے سید الشہداء علیہ
السلام کے روضۂ متبرکہ کی طرف

يشتريها فلما يرجع الى المواطن
ومساكنهم يقسمها على
الاقرباء والاحباء فمن
اعطى فبالنظر الى انه جاء
من الكعبة الشريفة والمدينة
المنورة اخذه بالعظمة
والكرامة فهذا التعظيم
والتكريم ليس لهذه
الاشياء بل هو تعظيم
وتكريم لنسبتها الى الكعبة
والمدينة وتعظيم النسبة
عين تعظيم الكعبة الشريفة
اوالمدينة المنورة وان
جاء هذه الاشياء من مقامها
الذى يوتى عنه لا يلتفت
اليها احد ولا يكرمها
اصلا فعلم ان هذا التعظيم

اس لئے اُس کی تعظیم وادب
کریں گے جیسا کہ لوگ مقامات متبرکہ
حرمین کے نقشوں یا دوسرے
تبرکات کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں
اور یہ تعظیم وتکریم نفس تعزیہ یا
روضہ حضرت سید الشہدار کی
نہیں ہے اس لئے کہ یہ عمارت
یا نقل عمارت ہے بلکہ یہ تعظیم و
تکریم درحقیقت حضرت سید
الشہدار علیہ السّلام کی ہے اس
لئے کہ جو چیز مضاف ہوتی ہے کسی
معظم ومحترم کی جانب تو اس کی
بھی تعظیم کرتے ہیں اس لئے کہ
مضاف الیہ قابلِ تعظیم ہے۔
جس طرح اگر کوئی شخص لفظِ
"اللہ" زبان پر جاری کرے یہ
سمجھ کر کہ یہ اسم جلیل ہے اور

ليس لشئ من الاشياء
المذكورة ولا نسبتها الى
الكعبة والمدينة بل هي
تعظيم للمنسوب اليه اى
الكعبة والمدينة وعان
هذا اذا اتى احد ملبوس
رسول الله صلى الله عليه
وسلم او مكتوب لحضرة على
كرم الله وجهه او مسطور
للحسين عليهم السلام فبا
لنظر الى صاحبها ينظر بالعظمة
والاكرام ووضع الناس على
اعينهم وعلى رؤسهم
وان لم يكن له اصلا
لكنه يكرم بالضرورة
فلما جرت العادة للناس
هكذا فما ظنك فى حق من

خالق کا نام ہے تو اس کو سن کر
جل جلالہ و جل شانہ کہا جاویگا
اسی طرح اگر حضرت رسول اللہ
کا نام مبارک یعنی محمدؐ زبان پر
جاری کیا جائے تو صلی اللہ
علیہ وسلم کہا جاویگا اور اگر یہی
نام کسی دوسرے کا اسم سمجھ کر
لیا جاوے تو درود نہ بھیجیں گے
ویسے ہی اگر بارہ اماموں میں سے
کسی امام کا اسم گرامی زبان پر
جاری کیا جائے تو علیہ السلام
کہیں گے اور اگر وہی نام کسی
دوسرے شخص کا ہو تو سلام
نہ کریں گے۔ اسی طرح اگر صحابہ
کا نام لیا جائے تو رضی اللہ عنہ
کہیں گے یا اگر علمائے مجتہدین
(یعنی امام ابو حنیفہ، امام شافعی،

رائی التعزیۃ التی ھی منسوب
الی سید الشہداء علیہ السلام
اینظر الیھا بنظر التعظیم
او ببصر التوھین لیس عندی
لاحد من کان فی قلبہ حب
الحسین ان یحکم انہ ینظر
بنظر التوھین بل یحکم لہ
بالتعظیم ومن لاحب لہ
یحکم بما فی قلبہ من الخباثۃ
وما ذکر من التعظیم فی التبرکات
المذکورۃ علتہ الا اعتقاد
وما ھو فی قلوب المومنین
من الحب ولیس احدٌ مامورٌ
لتعظیمھا من الشارع وما
ثبت من القرآن والحدیث
ھو حب اھل بیت النبی صلعم
بالخصوص للحسنین علیھما السلام

امام احمد بن حنبل، امام مالک)
یا صالحین میں سے کسی کا نام لیا
جاوے تو رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے
اور اگر کسی دوسرے کا نام ہو تو
اس کے لئے رحمت کی دُعا نہ کرینگے
اسی طرح یہ امر بھی ہے کہ اگر کسی
شخص کے پاس اس کے باپ
یا دادا کا دوست آوے گا تو
اُس کی تعظیم کریں گے اس
لئے کہ یہ شخص اس کے باپ یا
دادا کا ملاقاتی اور دوست ہے۔
اسی طرح چونکہ کعبہ شریف اور مدینہ
منورہ کی عظمت وحرمت مومنین
کے دلوں میں جاگزیں ہے اس
لئے جو چیزیں ان کی جانب منسوب
ہو گی وہ بھی قابل تعظیم وتکریم
ہوں گی۔ دیکھو جب خانہ کعبہ

كما قال الله تعالیٰ قل لا
اسئلكم عليه اجراً الا
المودة فی القربیٰ وفی المشكوة
سئل رسول الله صلعم ای
اهلبيتك احب اليك قال
الحسن والحسين منی وانا من
الحسين احب الله من احب
حسينا وحسين سبط من الا
اسباط فلما حكم احكم
الحاكمين والنبی صلی الله عليه
وسلم بحب الحسين فلا يكون
احد من المسلمين لا يكون
فی قلبه حب الحسين والمحب
اذا رأی شيئًا هو منسوب
الی المحبوب ينظر بنظر
التعظيم وبكرم تكريما
فلما كان كذلك فهذا

کا غلاف آتا ہے تو ہر شخص عزت
کے ساتھ اس کی تعظیم وتکریم
کرتا ہے اس کو آنکھوں سے
لگاتے ہیں۔ سر پر رکھتے ہیں۔
بہت سی چیزیں غیر جگہ سے خانۂ
کعبہ اور مدینۂ منورہ میں آکر فروخت
ہوتی ہیں۔ حجاج خرید کر لاتے ہیں
اور دوست واحباب وعزیز و
اقربا میں ان کو تقسیم کرتے ہیں۔
لینے والے عزت کی نظر سے اُن
کو لے کر تبرک سمجھتے ہیں اور یہ
تعظیم اس چیز کی نہیں ہے بلکہ
وہ چیز خانۂ کعبہ اور منورہ کی طرف
مضاف ہے اس لئے اُن کی
تعظیم ہے اگر یہ چیزیں جہاں کی
ہیں وہاں سے آتیں تو بازاری
سمجھ کر کوئی ان کی طرف التفات

التعزیۃ التی ھی منسوب
الی سید الشھداء علیہ
السلام لما رأھا من فی
قلبہ حب الحسین علیہ السلام
ینظر بنظر التعظیم لامحالہ
کما یوقر الناس تبرکات اخری
نسبۃ الی صاحبھا ھذا
بیاننا محمول علی ثلاثۃ امور
الاول ان التعزیۃ مشروع
من الحدیث کما بین ولیس
ببدعۃ کما یقال والثانی
یجوز تعظیمھا بعد الرویۃ
نسبتھا الی سید الشھداء
کما یعظم ویکرم تبرکات اخری
لنسبتھا الی صاحبھا والثالث
یفتح باب الخیر والخیرات
بحیلتھا من العوام والخواص

بھی نہ کرتا اِس سے معلوم ہوا کہ
یہ تعظیم حقیقتہً اُس نسبت کی
ہے جو خانۂ کعبہ اور مدینۂ منوّرہ کی
طرف ہے اور اِس نسبت کی
تعظیم بعینہٖ خانہ کعبہ اور مدینۂ
منورہ کی تعظیم ہے۔ اسی طرح
اگر رسول اللہ صلعم کا ملبوس
پاک یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کا مکتوب یا حسین علیہ السلام کی
کوئی تحریر لائی جائے تو لوگ اس
کی تعظیم و تکریم کریں گے۔ سر پر
رکھیں گے۔ آنکھوں سے لگاویں گے
اگرچہ یہ چیزیں واقعی اور اصلی نہ ہوں
لیکن نسبت کی وجہ سے اس کی
تعظیم ضروری ہے۔ پس جیسا کہ
اُن تمام چیزوں کی تعظیم کرنے
میں لوگوں کی عادت اِس قسم کی

جمیعا فی ھذا الشھر بخلاف
شھورا اخری فاکثر
المعتقدین یطبخ الطعام
لوجہ اللہ یقسم علی الناس
وینتفع بہ الفقراء والمساکین
ویجعل ثوابہ ھدیۃ وتحفۃ
بشھداء کربلاء علیھم
السلام والفاعل یستحق
اجرھا من اللہ الذی لا
یضیع اجر المحسنین واما
الامور التی اختلف فیھا
فما کان منھا مباحا فلا بأس
فیھا وما ھو غیر مشروع
فترکہ اولی وآخر کلامنا
ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوۃ والسلام علی سید
المخلوقین۔

تعظیم وتکریم کرنے کی جاری ہے
تو تعزیہ جو کہ سید الشہداء علیہ
السلام کی جانب منسوب ہے
اُس کے ساتھ کیا کیا جاوے گا؟
آیا اُس کی تعظیم کریں گے؟ یا توہین
کریں گے؟ میرے نزدیک تو کوئی
ایسا شخص کہ جس دل میں امام
حسینؑ کی محبت ہو۔ یہ فیصلہ
نہ کرے گا کہ تعزیہ کی توہین کرنا
چاہیے بلکہ تعظیم کرنے کے
لئے حکم دے گا۔ ہاں جس
کے دل میں امام حسینؑ کی
محبت نہیں ہے تو وہ اپنے
نفس کی خباثت کی وجہ سے
جو چاہے کرے یا کہے۔

اُوپر جو تبرکات کی تعظیم کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ تو اُن تبرکات کی علت تعظیم اعتقاد ہے اور کچھ نہیں ورنہ فی نفسہٖ نہ ان چیزوں کی محبت مومنین کے دلوں میں ہے اور نہ وہ شارع کی جانب سے اس کی تعظیم کرنے کے لئے مامور ہیں۔ قرآن اور حدیث سے تو صرف اہلِ بیتِ رسول صلعم خصوصاً امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السّلام کی کرنا ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام شریف میں اپنے رسولِ پاکؐ سے فرماتا ہے:۔

"قل لا اسئلکم علیہ اجراً الّا المودۃ فی القربیٰ"۔

یعنی:۔ اے محمدؐ مسلمانوں سے کہدو کہ میں احکام الٰہی کے پہونچانے پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا البتہ یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے اہلبیت سے محبت کرو"۔

اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ اہلبیت میں سے آپؐ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ"۔

اور اسی مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اُس شخص کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھے۔ اور وہ مثل اسباط بنی اسرائیل کے ایک سبط ہیں۔ پس جبکہ خود خداوند عالم اور رسول اللہؐ نے امام حسینؑ

کو دوست رکھنے کا حکم دیا ہے تو مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہو گا جس کے دل میں امام حسینؑ کی محبت نہ ہو اور محبت کا اقتضا یہ ہے کہ جو شئے محبوب کی طرف مضاف ہوتی ہے تو اضطراراً محبت کرنے والوں کا دل اسی شئے منسوب کی تعظیم و تکریم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جو محبان حسین علیہ السلام ہیں جب تعزیہ دیکھتے ہیں بایں خیال کر یہ حضرت سید الشہدا کے روضۂ متبرکہ کی نقل ہے اور ان کی طرف منسوب ہے مثلی اور تبرکات کے اُس کی تعظیم کرتے ہیں۔ غرضیکہ یہ ہمارا بیان تین باتوں پر مبنی ہے۔

اوّل یہ کہ نفس تعزیہ کا بنانا ادلۂ شرعیہ حدیث و قیاس سے جائز ہے جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے اور یہ بدعت نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔ دوسرے:۔ یہ کہ اسکے دیکھنے کے بعد مثل اور تبرکات کے اسکی تعظیم و تکریم کرنا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ تعزیہ ہی کی وجہ سے محرم کے مہینے میں خیرات کے دروازے کھل جاتے ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتے اکثر معتقدین کھانا پکوا کر خدا کی راہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ فقراء اور مساکین سیر و سیراب کئے جاتے ہیں۔ ایسے کار خیر کا ثواب شہدائے کربلا علیہم السلام کو نذر کیا جاتا ہے۔ اور خود کار خیر کرنے والا بھی اجر کا مستحق ہو جاتا ہے۔ خدا نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اب رہی

تعزیہ داری کی باتیں جو مختلف فیہ ہیں پس اگر وہ فعل مباح ہیں تو ان کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو غیر مشروع ہیں تو اُن کا ترک کرنا بہتر ہے۔

## تعزیہ داری شرک نہیں ہے اور نہ تعزیہ پر شیرینی چڑھانا حرام ہے

### عزاداری کو بند نہ کرنا چاہیئے اس کی ابتدا رسول کے زمانے سے ہے

مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب المخاطب بہ مقبول النبی لکھنوی (المتوفی ۱۳۴۵ھ) ارشاد فرماتے ہیں۔

چوں علمائے وہابیہ ایں توحید و شرک از قرآن و حدیث نہ فہمیدند بر اکثر افعال جوارح ہمچو طوافِ قبور و سجدۂ تحیت و تعظیم و تقرر سوم و دہم و چہلم میت و تعزیہ داری و استماع غنا و غیرہا اطلاق شرک نمودہ اند و ندانستند کہ شرک نقیض توحید است و در

چونکہ وہابی عالموں نے توحید و شرک کے مفہوم کو قرآن اور حدیث سے نہیں سمجھا ہے۔ اس لئے وہ لوگ اکثر باتوں کو مثل طوافِ قبر، سجدۂ تحیت و تعظیم، و مُردہ کا سیوم، دسواں، و چالیسواں اور تعزیہ داری و استماع غنا کو غلطی سے شرک سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ

توحید خدا صرف یک صفت عبادت
معتبر است پس شرک نیست
منحصر شد دریں کہ غیر خدا را بدل
خود معبود یعنی حاکم مستقل کہ خالق
زمین و زماں است اعتقاد کنند
یا اصنام وغیرہ غیر خدا را خدا
بگوید و سوائے اقرار یا اعتقاد
الوہیت و معبودیت غیر در
ہیچکدام فعل از افعال و جوارح
شرک شرعی نیست پس بہ سبب
نفہمیدن ایں از قرآن و
حدیث بسیارے علماء و عقلاء گمراہ
شدند و تمام عالم را بزعم خود مشرک
گردانیدند ضلوا فضلوا قوماً کثیراً

نہیں سمجھتے کہ شرک ضد ہے توحید
کی اور خدا کی توحید میں صرف صفت
عبادت کا اعتبار کیا گیا ہے
پس شرک سوائے اس کے اور
کچھ نہیں ہے کہ غیر خدا کو خالق
زمین و آسمان سمجھ کر حاکم مستقل
معبود سمجھیں۔ بتوں کو جو غیر خدا
ہیں الوہیت و معبودیت کا اعتقاد
کریں تو اس وقت شرک ہوگا
ورنہ افعال و جوارح میں سے
کوئی فعل بغیر اس اعتقاد کے
شرک نہیں ہے۔ پس چونکہ ا
لوگوں نے قرآن و حدیث سے ا
مفہوم کو نہیں سمجھا ہے اس
لئے باوجود علم و عقل گمراہ ہو گئے اور اپنی غلط گمانی سے تمام عالم کو مشرک
سمجھنے لگے خود گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کر دیا۔

(انوار الرحمٰن لتنویر الجنان ص ۱۲۴ طبع لکھنؤ سنہ ۱۲۸۰ھ)

ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں احمد حسین خاں کاشمیری نے عرض کیا کہ تعزیہ داری کفر ہے اور شیرینی جو تعزیہ کے سامنے نذر کیجاوے وہ ناجائز ہے۔ یہ سن کر مولانا نے ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| در شرع از تصویر ذی روح البتہ ممانعت است واز تصویر غیر ذی روح ممانعت نیست چنانچہ نقل مکانات و تصویر کعبہ وغیرہ می کشند ہماں قسم تعزیہ | شرع میں ذی روح کی تصویر بنانے کی ممانعت نہیں [۱] ہے چنانچہ مکانوں کی نقلیں بنتی ہیں اور کعبہ کی تصویریں بھی کھینچتے ہیں پس اسی طرح تعزیہ بھی ہے |

---

[۱] تصویر غیر ذی روح کے بنانے کی ممانعت نہیں ہے۔ صرف ذی روح کی تصویر کی حرمت احادیث سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ فقہ اہل سنت کی مشہور کتاب "مالابد منہ" میں ہے کہ "تصویر درخت و مانند آں مضائقہ ندارد و ہمچنیں تصویر سر بریدہ"۔ اسی طرح بخاری جلد اول صـ۲۹۲ میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا ہے کہ "فان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر وما لا روح فیہ"۔ اگر تصویر بنانا ضروری ہی ہے تو درخت اور تمام غیر ذی روح کی تصویر بنائی جائے۔ جمال الدین محدث فرماتے ہیں کہ "لا باس تصویرھا لا روح فیہ کالشجرۃ"۔ غیر ذی روح مثل درخت وغیرہ کی تصویر بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور مولانا وحید الزماں محدث حیدرآبادی اپنی کتاب "انوار اللغۃ" میں فرماتے ہیں کہ "روضہ کی تصویر بنانا منع نہیں ہے"۔

| | |
|---|---|
| نقل روضہ است پس حلوہ وغیرہ کہ دراں جا نہادہ وبراں درود و قرآن خواندہ شود دراں وجہ حرمت چیست۔ | کہ وہ روضہ کی نقل ہے (جیسے مسجدیں کعبہ کی نقل ہیں) اس صورت میں وہ حلوہ و شیرینی جو تعزیہ کے سامنے رکھی جاتی |

ہے اور جس پر درود و قرآن پڑھتے ہیں کیونکر حرام ہو سکتی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ معترضین تعزیہ داری یہ کہتے ہیں کہ "عرس دہ روزہ امام حسین و تعزیہ داری" یہ رافضیوں کی ایجاد ہے اور ائمہ معصومین سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:۔

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) اور اسی طرح کتاب فقہ محمدی میں رسول اللہ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ "فقال قبل قبرھما قال فان لم یکن اعرف قبرھما قال خط خطین واحد ھما قبر الام والاخر قبر الاب فقبلھما" جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدین کی قبر کی نقل بنا کر اس کو بوسہ دینا اور تعظیم کرنا جائز و مستحسن ہے۔ ان وجوہ سے آثار متبرکہ کی نقل و تصاویر کا استحسان و جواز بھی علی الخصوص ثابت ہوتا ہے جیسا کہ متقدمین اہل سنت میں "الامام الحافظ الحسینی" کی کتاب "اخبار المدینہ" اور "الامام الحافظ ابوالیمن ابن عساکر" کی کتاب "تحفۃ الزائر" سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے۔ نقل روضہ کی اباحت کے سلسلہ میں علامہ

جواب اعتراض ثانی این کہ بنائے عرس امام حسین علیہ السلام باطناً آزاں روز باید دانست کہ جبرئیل علیہ السلام وحی متواتر شہادت امام مظلوم بآنحضرت صلعم رسانید وآں سرور و والدین ماجدین امام علیہم السلام برآں واقعات مطلع

اس دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے عرس (یعنی دس دن کی عزاداری تعزیداری) کی بناء باطناً اسی دن پڑی کہ جس جبرئیل نے متواتر وحی کے ذریعہ سے رسول اللہ کو شہادت کی خبر دی اور آنحضرت صلعم وحضرت علیؑ

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) محمد الفاسی المالکی یہ ارشاد کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو اصل روضہ کی زیارت کے مشتاق ہیں اور نہیں پہونچ سکتے ہیں وہ لوگ "اس مثال" ونقل کی زیارت سے مشرف ہوں اور اس کی تعظیم وتکریم کرکے ثواب حاصل کریں۔ علماء نے اس سلسلہ میں بہت سے اشعار بھی کہے ہیں ولنعم ما قیل ؎

اذا ما الشوق اقلقنی الیھا ۔۔۔ ولم اظفر بمطلوبی لدیھا
نقشت مثالھا فی الکف نقشا ۔۔۔ وقلت لناظری قصرعلیھا

اسی بناء تمام اہل سنت کے نزدیک "نعل مبارک" کی نقل بنا کر زیارت کرنا' سر اور آنکھوں سے لگانا۔ بوسہ دینا' باعث برکت وثواب عظیم ہے۔ علامہ عبدالبر بن عبدالقادر بن محمد بن احمد بن زین القیومی العونی الحنفی کیا خوب شعر ارشاد فرماتے ہیں دیکھا فی تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن

گشتہ دل کباب وچشم پر آب شدند
وراہِ رضا و تسلیم بپیمودند و بعد
وقوعِ شہادت وحادثۂ کربلا ظاہراً
حضرت ذوالجلال خود اہتمام آں
فرمود کہ خون از آسمان آنقدر بارید
کہ بیہقی و ابو نعیم محدث روایت می
کنند کہ ہر گاہ شہید شد حسین علیہ السلام

وجناب فاطمہؑ ان واقعات کو معلوم
کر کے بیچین و پریشاں حال ہو کر
روئے اور اس مصیبت پر صبر و شکر
کیا اور واقعۂ کربلا اور امام کی شہادت
کے ظاہر نظاہر خداوند عالم نے خود ہی
عزاداری کا اس طرح اہتمام کیا کہ آسمان
سے اس قدر خون کی بارش ہوئی کہ

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) الحادی عشر سے لمثال نعل المصطفٰے اشرف + فوائد زادت علی العدد + فکانما ہوادا رنا قمر + یہدی الانام دبو علی بعد + تبلتہا وجعلت صورتہا + فوق الجبیں علامۃ السعد + لو کان یحسن ان اشرکہا + جلدی جعلت شراکہا خدی + اسی طرح علامہ ابو العباس احمد بن محمد المقری نے بہت سے اشعار نقل نعل شریف کی مدح میں کہے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے "فتح المتعال فی مدح النعل" للعلامۃ المحدث الفقیہ احمد بن محمد المقری المالکی الشاذلی۔ چنانچہ اسی اصول کی بناء پر تعزیہ کا جواز بھی علمائے اہل سنت تسلیم کرتے ہیں اور اس کی تعظیم و توقیر بجالاتے ہیں۔ مولانا عبد الواحد "ازلۃ الاوہام" میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "ایں جانب از ثقات شنیدہ کہ حضرت مولانا نظام الدین محمد قدس سرہ وبچشم خود دیدہ کہ حضرت مولانا عبد العلی محمد و مولوی مجید الدین محمد و مولوی انوار الحق و مولوی نور الحق و دیگر علمائے فرنگی محل و کلکتہ و مدراس وغیرہ از بلاد ہر گاہ

خوں بارید آسمان پس صبح کردیم
ما بریں حال کہ خمہا و سبو ہا و ہر ظرفے
کہ از اں ما بود پر از خون گردید و
تا بیت المقدس و عراق و شام
و زیر ہر سنگ خون منجمد بود و از
بعضے روایت تا ہفت روز آسمان
گریست و وحوش و طیور را بر تعزیہ
داری و نوحہ گری معین ساخت
لہٰذا ہمہ اہتمام از طرف خدائے سبحانہ
از روئے احادیث صحاح ثابت است

بیہقی و ابونعیم کی روایت کی بنا پر
یہ ثابت ہے کہ بعد شہادت امام آسمان
سے اس قدر خون برسا کہ صبح کے وقت
گھڑے و مٹکے اور تمام برتن خون سے
لبریز تھے یہاں تک کہ بیت المقدس
عراق، اور شام میں ہر پتھر کے نیچے
خون جما ہوا تھا اور بعض روایت
کی بنا پر سات دن تک آسمان
روتا رہا اور خداوند عالم نے جانوروں
اور پرندوں تک کو عزاداری و نوحہ

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) تعزیہ شریف امام مظلوم می دیدند ایستادہ می شدند و ہر دو دست بطرف تعزیہ شریف دراز کردہ از بسیار خضوع و خشوع و عجز و انکسار فاتحہ میخواندند و عند الاستفسار می فرمودند کہ تعظیم تعزیہ امام مظلوم است زیرا کہ تعزیہ شریف موسوم بنام نامی امام مظلوم است (ترجمہ) نظام الدین محمد و مولانا عبد العلی محمد و مولوی مجید الدین و مولوی انوار الحق و مولوی نور الحق و دوسرے علمائے فرنگی محل و اطراف ہند جب تعزیہ دیکھتے تھے تو تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور دونوں ہاتھ تعزیہ کی جانب دراز کرکے حضور و خشوع و عجز و انکسار سے فاتحہ پڑھتے تھے۔

پس چہ تعجب کہ در ثقلین یعنی در جن و
انس در عشرۂ اول محرم اثر آں باقی
ماندہ باشد و بعید نیست کہ ایں ماتم
و تعزیت تا قیام قیامت تمام نشود
پس چونکہ مہتمم آں خدا و رسول باشد
از بند کردن کسے بند نخواہد شد۔

(انوار الرحمن لتنویر الجنان ص ۳۵۹)

و نوحہ و ماتم کے لئے مقرر کیا اور
خدا کی جانب سے یہ تمام اہتمام
صحیح حدیثوں سے ثابت ہے پھر
اس امر میں اب کیا تعجب کی بات
ہے۔ کہ محرم کے دس دنوں میں
جنات اور انسان عزادار ہیں اور
یقیناً قیامت تک تعزیہ داری ختم
نہ ہوگی اس لئے کہ اس کا اہتمام خدا و رسول صلعم کی جانب سے ہے کسی کے
بند کرنے سے یہ بند ہو سکتا ہی نہیں۔

## حسینؑ کی مصیبت و شہادت اصل میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

## کی مصیبت اور شہادت ہے

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رسالہ سر الشہادتین میں کمالات رسول اللہ
کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) اور پوچھنے پر فرماتے تھے کہ یہ تعظیم و فاتحہ امام مظلوم کا کیونکہ تعزیہ شریف امام کے نام نامی سے موسوم ہے۔

اعلم رحمك الله تعالیٰ ان
الکمالات التی تفرقت فی الانبیاء
علیہم السلام قد اجتمعت
فی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
لکن بقی لہ کمال یحصل لہ
بنفسہ وھی الشھادۃ والسر فی
عدم حصولھا لہ بنفسہ صلی اللہ
علیہ وسلم انہ لو استشھد
فی الحرب ادّی ذلک الی کسر
شوکۃ الاسلام واختلال الدین
ولو استشھد غیلۃ وسرًّا
کما وقع لبعض خلفائہ لم
یشتھر امر شہادۃ ولا تمت
الشھادۃ لان تمام الشھادۃ
ان یقتل الرجل فی الغربۃ
والکربۃ وان یعقر جوادہ
ویلقی جثتہ مطروحۃ ویقتل

آگاہ ہو خدا تم پر رحمت کرے بیشک
وہ تمام کمالات جو پیغمبروں میں الگ
الگ تھے ہمارے پیغمبر محمد مصطفٰے
صلعم کی ذات بابرکات میں یکجا
جمع ہو گئے تھے۔ مگر بذاتہٖ ایک کمال
باقی رہ گیا جو آپ کو حاصل نہیں ہوا
اور یہ کمال شہادت ہے آپ کو اس
کمال کے حاصل نہ ہونے کا راز یہ ہے
کہ اگر حضرتؐ جنگ میں شہید کر دیئے
جاتے تو اس شہادت کی وجہ سے
اسلام کا دبدبہ مٹ جاتا اور عام لوگوں
کی نظروں میں دین میں کمزوری
پیدا ہو جاتی اور اگر حضرت دھوکے اور
پوشیدہ طور سے شہید کر دیئے جاتے
جیسا کہ آپؐ کے بعض خلفاء کے لئے ہوا
تو شہادت آپ کی شہرت نہ حاصل
کر سکتی بلکہ شہادت پوری بھی نہ ہوتی

حولہ جمع کثیر من اعزة
اصحابہ واقاربہ وان ینھب
مالہ وان توسر نسائہ وابناءہ
کل ذلک فی ذات اللہ تعالیٰ
ان یلحق ھذا الکمال العظیم
بسائر کمالاتہ بعد وفاتہ اقتضأ
ایام خلافتہ التی تنافی المغلوبیة
والمظلومیة برجال من اھلبیتہ
بل باقرب اقاربہ واعزاؤ لادہ
ومن یکون فی حکم ابنائہ حتیٰ
تلحق حالھم بحالہ ویندرج
کمالھم فی کمالہ فتوجھت عنایة
اللہ تعالیٰ بعد انقضاء ایام خلافتہ
الیٰ ھذا الالحاق فاستنابت
الحسنین علیھما السلام مناب
جدھما علیہ افضل الصلوات
والتحیات وجعلتھما مرأتین

کیونکہ شہادت پوری اور کامل اس
طرح ہوتی ہے کہ انسان مسافرت
اور مصیبت میں قتل کیا جائے اور جسم
اُس شہید کا بلادفن پڑا رہے
اور اس کے گرد ایک جماعت اس
کے خاص احباب اور عزیزوں کی
قتل کردی جائے اور اس کا مال لوٹ
لیا جائے اور اس کے اہلبیت اور یتیم
بچے قید کرلئے جائیں یہ سب خدا کی
رضا میں ہو پس حکمت الٰہی نے چاہا
کہ یہ کمال عظیم پیغمبر صلعم کے سارے
کمالات کے ساتھ آپ کی وفات کے
بعد شامل کردیا جائے پس جبکہ آپ
کی خلافت کا زمانہ ختم ہوگیا جو مظلومیت
اور مغلوبیت کے لئے مناسب تھا۔
آپ کے اہلبیت کے بعض شخصوں
کے ذریعہ سے بلکہ جو آپ کے رشتہ داروں

ملاحظة وخدين لجماله و لما كانت الشهادة على قسمين شهادة سر وشهادة علانية قسمت عليهما واختص بسبط الاكبر بالقسم الاول ۔ واختص السبط الاصغر بالقسم الثانی۔

میں سب سے زیادہ قریب ہوں اور پیاری اولاد ہوں اور وہ جو آپ کے بیٹے کہے جا سکیں یہاں تک قریب ہوں کہ اُن کا حال حضرت کے حال میں مل جائے۔ (یعنی جو کچھ اُن پر گزرے گویا حضرت صلعم پر گزرا) اور ان کا کمال آپ کے کمال میں داخل ہو جائے پس خدا کی مہربانی متوجہ ہوئی خلافت کے دنوں کے گزرنے کے بعد اس کمال کے شامل کر دینے کی طرف تو عنایت خداوندی نے دونوں شہزادوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ان کے نانا رسول صلعم کا قائم مقام بنایا۔ اور دونوں کو جمال محمدی کے دیکھنے کا آئینہ اور حضرت صلعم کے نورانی چہرہ کے دونوں رخسار قرار دیا اور چونکہ شہادت کی دو قسمیں تھیں ایک پوشیدہ دُوسرے علانیہ ان میں سے قسم اول امام حسنؑ سبطِ اکبر کو عطا ہوئی اور دُوسری قسم یعنی علانیہ شہادت امام حسینؑ سبطِ اصغر کو مخصوص ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا رسول اللہؐ کے اس کمال چھپانا چاہیئے اس کو بیان نہ کرنا چاہیئے ؟ کیا رسول اللہؐ کی اس مصیبت عظمیٰ کی یادگار میں عزاداری نہ کرنا چاہیئے۔

علامہ شہاب الدین احمد بن عبد القادر العجیلی اپنی کتاب "ذخیرہ المآل" میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

والعجب ممن یقول یحرم الاشتغال بقصۃ مقتل الحسین بن علی رضی اللہ عنہ مع ان ذلک قد قصہ ملئکۃ لمحمد صلعم ثم قصہ لاصحابہ ثم وقع فی الکون من البکاء والظلمہ ورمی النجوم بعضھا لبعض وامطار السماء بالدم من اجل ذلک مایبھر ویقھر۔

تعجب ہے اُس شخص سے جو واقعات شہادت امام حسینؑ کے ذکر کو حرام کہتا ہے اور اس کے بیان کرنے کو منع کرتا ہے حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے کہ جس کو جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ سے بیان کیا اور حضرت رسول خدا نے اپنے اصحاب سے بیان کیا اور بعد شہادت تو عالم میں دعزا حسینؑ کی وجہ سے ایک انقلاب ہی پیدا ہو گیا۔ تمام عالم میں گریہ وبکا کا ہونا۔ دُنیا کا دن دھاڑے تاریک ہو جانا۔ چاند ستاروں کا ایک دُوسرے پر ٹوٹ کر گرنا۔ آسمان سے خون کی بارش کا ہونا یہ سب واقعات ہیں جن کی وجہ سے واقعات شہادت کا اعلان قہراً ہوا (اور عزداری کی بنیاد پڑی)

پھر کیوں نہ تمام وہ مسلمان جن کے دلوں میں محمدؐ وآل محمدؐ کی محبت ہے۔ اہلبیت کے مصائب پر گریہ وبکا کر کے "فریضہ تعزیت" کو ادا نہ کریں اس لئے کہ رسول اللہ صلعم کی مصیبت کی تعزیت کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

وفی سنن ابن ماجہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا کہ

| | |
|---|---|
| ایھا الناس ان احد امن الناس | اے لوگو! اگر کوئی شخص یا کوئی مومن |
| اومن المؤمنین اصیب بمصیبۃ | کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اسے چاہئیے |
| فلیعز مصیبتی فی عین المصیبۃ | کہ عین اس مصیبت میں جو دوسرے کی |
| التی تصیبہ لغیری فان احدا | وجہ سے اس کو پہونچے میری مصیبت کی |
| من امتی لن یصاب بمصیبۃ بعدی | تعزیت کرے کیونکہ میری اُمت میں سے |
| اشد علیہ من مصیبتی۔ | کوئی شخص میرے بعد ہرگز ایسی مصیبت |

میں مبتلا نہ ہو گا کہ اس پر میری مصیبت سے سخت تر ہو۔

آخر میں علمائے اہل سنت کی جانب سے جو اشتہارات جواز تعزیہ داری کے بارے میں شائع کئے گئے ہیں اُس کو نقل کرتا ہوں خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ علمائے ملت کے احکام کی پابندی کریں۔

(۱) حضرت زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین سید شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہ العزیز دشیخ طریقت مرشد حقیقت حضرت اُستاذ الہند ملا نظام الدین فرنگی محلی قدس سرہٗ دحضرت کمال الدین فتحپوری قدس اللہ سرہٗ دحضرت سید شاہ محمد اسماعیل بلگرامی قدس سرہٗ دجمیع علمائے فرنگی محلی کا تعزیہ کے عمل جس کا احترام عقید تمندان حضرت سید صاحب قدس سرہٗ الاصفی کو لازم ہے۔

(۱) زیارت ضریح مبارک (جس کو تعزیہ کہتے ہیں) کیلئے حضرت کا تشریف لے جانا

(۲) حضرت سید الشہداء امام علیہ السلام کا حکم پاکے عشرۂ محرم میں ہر روز جانے کو لازم کر لینا (۳) تعزیہ کے لئے فرمانا کہ کاغذ اور لکڑی نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ ارواح مقدسہ متوجہ ہوتی ہیں (۴) تعزیہ کی پیشوائی کرنا اور اپنے مکان پر لانا اور جب تک تعزیہ رہے دست بستہ کھڑے رہنا یہاں تک کہ ضعف پیری کے وقت تکیہ دیوار سے یا لکڑی ٹیکے کھڑے رہنا۔ (۵) تعزیہ کے دفن میں شریک ہونا۔

یہی طریقہ حضرت کے فرزند شاہ غلام دوست محمد صاحب اور اُن کے فرزند شاہ غلام علی صاحب قدس سرہم کا تھا اور اب تک جاری ہے۔

اسمائے گرامی اُن علمائے فرنگی محل کے جن سے تعظیم تعزیہ کی منقول ہے ملک العلما حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہٗ۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا انوار الحق قدس سرہٗ استاذ الاساتذہ مولانا نور الحق قدس سرہٗ۔ حضرت مولانا عبد الاعلیٰ فرزند بحر العلوم قدس سرہٗ۔ حضرت مولانا عبد الاحد فرزند حضرت مولانا عبد الاعلیٰ قدس سرہٗ۔

**نوٹ** جن حضرات کو ان واقعات کی تصدیق منظور ہو وہ ملفوظ رزاقی، اور رسالۃ العزا فی جواز التعزیہ مصنفہ مولانا عبد الواحد نبیرہ حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہٗ دیکھیں یا اس پتہ پر تشریف لاکر تصدیق کر سکتے ہیں:۔ مولوی شیخ محمد الطاف الرحمٰن ساکن بڑا گاؤں بارہ بنکی مقیم حال

فرنگی محل لکھنؤ۔

**التماس!** جو مسلمان اس نیک کام میں شرکت کرکے ثواب حاصل کرنا چاہیں وہ اس کی نقلیں چھپواکر اپنے اپنے حلقہ میں شائع کریں۔

**ہدایت** اہلِ سنت کو چاہیے کہ لامذہبوں، دہریوں، اور غیر مقلّدوں اور دیوبندیوں اور ندویوں کے فتووں سے بچیں اور عُلمائے سلف کی پیروی کریں۔

**افترا اور غلط بیانی** فرنگی محل کے علماء میں سے مولانا عبدالقادر و مولانا حجت اللہ محمد شفیع صاحب پر افترا ہے کہ اُنھوں نے تعزیہ داری کو حرام اور شدید ترین گناہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ یا تعزیہ داری کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بیزاری کا باعث کہا ہے۔ یا تعزیہ داری کو اسلام اور امام حسین کے ساتھ دشمنی کا نام بتایا ہے۔ محرّم کی روشنی باجا اور جلوس کو یزید کے ساتھیوں کا کام کہا ہے۔ ان حضرات نے خود ایک گروہ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ ہم نے ان الفاظ کے ساتھ کوئی فتویٰ نہیں دیا ہے۔

المشتہر:۔ حاجی چودھری شیراتی۔ نواب گنج محلہ بڑا چوک نے مسلمانانِ تعزیہ دار کی طرف سے شائع کیا۔ (دبدبۂ احمدی پریس ننک گنج لکھنؤ)

---

## (۲) عزاداری حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

ننگے سر[۳۰۳] ہونا۔ منہ پیٹنا[۳۰۴]۔ سیاہ پوش[۳۰۵] ہونا۔ داویلا[۳۰۶] کرنا۔ اقسام اقسام کے مرثیے پڑھنا۔ نوحہ کرنا اور[۳۰۷] نوحہ گر ہونا۔ سر[۳۰۸] پیٹنا۔ سات محرم[۳۰۹] الحرام کو علیؑ۔ عباس علمدار کا علم نکالنا۔

مندرجہ بالاسب جائز ہیں۔ اور افعال آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔

لہٰذا ہر حنفی اہل سنت والجماعت کو لازم ہے کہ مندرجہ بالا افعال سے متفق ہوکر ان پر عمل پیرا ہوں۔ یعنی ننگے سر سیاہ پوش ہوکر ہاتھ میں علم لیکر اقسام اقسام کے مرثیے پڑھے۔

داویلا کرے اور نوحہ کرے منہ پیٹے اور سر پیٹے
اور چلا چلا کر روے اور ماتم کرے[۳۱۰] اور تعزیہ نکالے

(رسالہ معین دین اپریل ۳۴ء)

دیکھو صفحات مندرجہ بالا در اوراق غم مصنفہ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا مولوی حافظ قاری حکیم ابوالحسنات سید محمد احمد حنفی، قادری رضاخانی، اشرفی، چشتی، نثاردی، صابری، واحدی، الوری، مفتی الورو پنجاب، خطیب مسجد وزیر خاں صاحب مرحوم لاہور۔

# تقریظ

امام العلماء راس الفضلاء سید الواعظین سند المحققین حامی سنت ماحی بدعت مولا مولوی حاجی صوفی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ نقشبندی، مجددی، قادری، چشتی، مفتی لاہور، وامیر مرکز حزب الاحناف" لاہور۔

# تقریظ

فاضل نوجوان، محبوب سبحان، مولانا مولوی، ابوالبرکات سید احمد صاحب زید مجدہ۔ ناظم و مدرس دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور۔

تینوں مفتیان الور دپنجاب کا پورا حال عنقریب شائع ہوگا

(زیادہ معلومات کے لئے رسالہ شہنشاہی بابتہ مارچ اور اپریل ملاحظہ ہو)

---

المشتہر:۔ حکیم سید ہاشم علی شاہ سند یافتہ و ناظم مرکزی جماعت اہل اللہ بحکم محکمہ خمسہ عشریہ ازلیہ ابدیہ بر مزار پُر انوار پیر برہان شاہ بیرون یکی دروازہ لاہور۔

---

(۳)

# اِشتہار

## مراسمِ محرم مثلِ تعزیہ داری وغیرہ سب جائز ہیں

آج تک بہت سے سنّی و شیعہ صاحبان نے تعزیہ داری کے جائز ہونے پر کتابیں لکھی ہیں اور خوب خوب محبت آل رسُول کا جو منجملہ زبردست وسائل نجات کے ہیں ثبوت دیا اور وہابیوں کے گمراہ کن اعتراضوں کو رد کیا اور وہابی کی یہ شناخت بتلائی ہے کہ محرم کے مراسم اور تعزیہ داری کو بت پرستی اور گناہ کہے۔ ۱۳۱۴ھ جس کو ۳۴ برس ہوئے ایک وہابی مولوی نے اٹھارہ اعتراض تعزیہ وجلوس وعلم وشدے وندز ونیاز اور باجے اور مجلسوں پر کئے جس کے جواب نہایت عمدگی کے ساتھ مولانا محمد علیم اللہ صاحب خلف مولانا شاہ ولی اللہ صاحب و برادرزادہ مولوی محمد نعیم اللہ صاحب حنفی قادری قلندری گورکھپوری نے دیئے اور اپنی تصنیف کا نام "ارشاد النعیم" رکھا اور وہابیوں کی خوب قلعی کھولی اور ثابت کردیا کہ تعزیہ داری۔ علمداری۔ جلوس وغیرہ سب جائز اور مباح ہیں بلکہ باعثِ ثواب

ہیں۔ شرک یا گناہ یا بت پرستی ہرگز نہیں ہیں۔ اسی میں ایک نظم بھی لکھی ہے۔ جو یہ ہے (صفحہ ۲۵)

بُت اُسے کہتے ہیں جس کی شکل ہو ذیجان کی ۔۔۔ شیر کی ہاتھی کی طائر کی کسی انسان کی

تعزیہ شکل کس کی ہے کہو ایمان کی ۔۔۔ مولوی ہو کر کے باتیں مت بکو ہذیان کی

تعزیہ داری ثبوتِ قتلِ معصومان ہے ۔۔۔ جو منع اس کو کرے جانو اُسے شیطان ہے

ہاں مگر تم کو عداوت ہے نبی کی جان سے ۔۔۔ اس لئے کہتے ہو بت تم تعزیہ کو طعن سے

ہو نہیں واقف ابھی آلِ عبا کی شان سے ۔۔۔ کیوں پھرے جاتے ہو ناحق دین اور ایمان سے

منہ پھرا کر شافعِ محشر سے کیا پاؤ گے تم ۔۔۔ حشر کے دن مغفرت کو پھر کہاں جاؤ گے تم

تعزیہ کو بت کہیں کیونکر نہ اخوانِ یزید ۔۔۔ باپ دادوں نے کیا ان کے اماموں کو شہید

بت پرست اُنکے بزرگ اگلے تھے ملعون پلید ۔۔۔ ہے خبر اس کی پڑھو جا کر یہ قرآن مجید

تعزیہ فی الاصل نقل روضۂ شبیر ہے ۔۔۔ یہ نہ بت ہے نے کسی ذیروح کی تصویر ہے

بلکہ اسمیں خیر و برکت کی بھری تاثیر ہے ۔۔۔ منکر اس کا بے گماں شیطان کا نخچیر ہے

تعزیہ داروں سے راضی ہیں جنابِ فاطمہ
پنجتن کے ہاتھ پر ہوتا ہے ان کا خاتمہ

## تعزیہ داروں کی مخالفت نہ کرو!

۱۹۲۷ء میں حضرت خواجہ حسن نظامی حنفی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاؒ مقام دہلی نے اس مطلب کا ایک اشتہار جاری فرمایا کہ تعزیوں۔ نشانوں۔ جلوسوں۔ اور مجلسوں کی مخالفت کسی مسلمان کو نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ تبلیغی حضرات کو ان سب باتوں کے قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے۔

(یہ اشتہار عام طور پر سنی اور شیعہ مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔)

المشتہر:۔ مرزا عباس بیگ حنفی سیتاپوری

۲۶ فروری ۱۹۳۸ء

(آئیڈیل پیکیجز کراچی نمبر۱)

# عزاداری کی تاریخ

اور اس کا اثبات سُنی نقطۂ نظر سے

من تصانیف

سید سبط الحسن فاضل ہنسوی (مرحوم)

یکے از

مطبوعات "مسلم سلمان مشن پاکستان"